مئی
2023ء

حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ﴿٥﴾ (القرآن:54)

ماھنامہ

حکمت بالغہ

جھنگ

جدید تعلیم یافتہ حضرات میں علوم قرآنی کے فروغ کا نقیب

قرآن اکیڈمی جھنگ

جلد : 17
وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْءَانَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (القران)
شوال : 1444ھ

شمارہ : 05
اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے (پ۲۷ سورۃ القمر)
مئی : 2023ء

ISSN : 2305-6231

ماھنامہ

حکمت بالغہ

جھنگ

بانی مدیر : انجینئر مختار فاروقیؒ

مدیر مسئول : انجینئر عبد اللہ اسماعیل

مشاورت
- ڈاکٹر طالب حسین سیال
- حاجی محمد منظور انور
- پروفیسر خلیل الرحمٰن
- عبد اللہ ابراہیم

مدیر معاون و نگران طباعت : مفتی عطاء الرحمٰن

انتظامی امور : ملک نذر حسین

قانونی مشاورت
- محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ
- چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

سالانہ زرِ تعاون: اندرونِ ملک 700 روپے

معمول کا شمارہ: 70 روپے

اہلِ ثروت حضرات سے خصوصی زرِ تعاون پچیس ہزار روپے یکمشت

ترسیل زر بنام : انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-0336-6778561

Web site:
www.hamditabligh.net

Email:
hikmatbaalgha1@yahoo.com

انجینئر مختار فاروقی

طابع: محمد فیاض، مطبع: سلطان باہو پریس فوارہ چوک جھنگ صدر

اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَ ھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا(ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ میراث ہوتی ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا حقدار ہے

مشمولات

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات		6
3	حرفِ آرزو	انجینئر عبداللہ اسماعیل	7
4	قرآن کریم کا ترجمہ و مختصر تشریح	انجینئر مختار فاروقیؒ	9
5	فتنۂ دجال کا علاج اور توڑ (آخری قسط)	محمد نعمان اصغر	21
6	سائنس اور مذہب میں مقاربت و مغایرت (6)	انجینئر فیضان حسن	36
7	حافظ قرآن کے لیے اضافی 20 نمبر	مولانا محمد انور چیمہ	49
8	اسلامی جمہوریہ پاکستان کا نظام عدل و انصاف	محمد نذیر یاسین	54
9	عرب، ترک اور پاکستانی اقوام کیلئے فیصلہ کن دور	محمد منظور انور	59
10	یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفےٰ ﷺ است	عبداللہ ابراہیم	61

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 10 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں 10 تاریخ کے بعد رسالہ ارسال نہیں کیا جائے گا

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

اردو ترجمہ : فتح محمد خان جالندھریؒ

انگریزی ترجمہ : ڈاکٹر عبدالسمیع حفظہ اللہ

(02) سورۃ البقرۃ	اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	آیات 233

وَ الْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں

And the mothers will breastfeed their offspring,
For two complete years,

لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ

یہ (حکم) اس شخص کے لیے ہے جو پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے

For one (i.e. the father) who wants to get
the breastfeeding completed

وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق باپ کے ذمے ہوگا

The reasonable cost of their maintenance:
will be the responsibility of the child father.

لَا تُكَلَّفُ نَفۡسٌ اِلَّا وُسۡعَهَا

کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی

No individual will be made accountable
except to his capacity

لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا

(تو یاد رکھو کہ) نہ تو ماں کو اس کے بچے کے سبب نقصان پہنچایا جائے

Neither a mother should be made to suffer,
because of her child,

وَلَا مَوۡلُوۡدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ

اور نہ باپ کو اس کی اولاد کی وجہ سے نقصان پہنچایا جائے

Nor should (the father) to whom the child belongs
(should be made to suffer) because of his son.

وَعَلَى الۡوَارِثِ مِثۡلُ ذٰلِكَ

اور اسی طرح (نان ونفقہ) بچے کے وارث کے ذمے ہے

The father's heirs are: under the same obligation

فَاِنۡ اَرَادَا فِصَالًا عَنۡ تَرَاضٍ مِّنۡهُمَا وَ تَشَاوُرٍ

اور اگر دونوں (یعنی ماں باپ) آپس کی رضامندی اور صلاح سے بچے کا دودھ چھڑانا چاہیں

But if both of them decide by mutual consent
and after due consultation

فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَا

تو ان پر کچھ گناہ نہیں

Then there is no blame on them

وَاِنۡ اَرَدۡتُّمۡ اَنۡ تَسۡتَرۡضِعُوۡٓا اَوۡلَادَكُمۡ

اور اگر تم اپنی اولاد کو دودھ پلوانا چاہو

But if you decide to have a
foster-mother for your children

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

تو تم پر کچھ گناہ نہیں

even then there is no blame on you,

اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ

بشرطیکہ تم دودھ پلانے والیوں کو دستور کے مطابق

ان کا حق جو تم نے دینا کیا تھا دے دو

Provided you pay what you promise
to pay, in a proper way

وَاتَّقُوا اللّٰهَ

اور اللہ سے ڈرتے رہو

And fear Allah.

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝٢٣٣

اور جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے

And also note that Allah is: Watching, all you do.

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ خَطًّا ثُمَّ قَالَ:

رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے ایک لکیر کھینچی، پھر فرمایا:

ھٰذَا سَبِیْلُ اللّٰہِ

یہ اللہ کی راہ ہے

ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطًا عَنْ یَمِیْنِہٖ وَعَنْ شِمَالِہٖ، ثُمَّ قَالَ:

پھر آپ ﷺ نے اس لکیر کے دائیں بائیں کچھ لکیریں کھینچی، پھر فرمایا:

ھٰذِہٖ سُبُلٌ عَلٰی کُلِّ سَبِیْلٍ مِنْھَا شَیْطَانٌ یَدْعُو اِلَیْہِ

یہ اور راہیں ہیں اور ان میں سے ہر راہ پر ایک شیطان ہے جو اس راہ کی طرف بلاتا ہے

ثُمَّ قَرَأَ: پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ

وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ

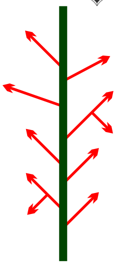

”یہ میری سیدھی راہ ہے، تو تم اسی پر چلنا اور اور راہوں پر نہ چلنا

(اُن پر چل کر) اللہ کی راہ سے الگ ہو جاؤ گے“ (الانعام:153)

(مسند احمد، عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ)

زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصل اُو در آرزو پوشیدہ است
علامہ اقبال

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا

انجینئر عبداللہ اسماعیل

رمضان المبارک کا عظیم مہینہ اپنی برکتوں، رحمتوں اور مغفرتوں کے ساتھ آیا اور گزر گیا۔ اس مہینے میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد (جو کہ اس سے پہلے غفلت کا شکار تھی) نے مسجدوں کا رخ کیا، نمازیوں کی تعداد میں اضافہ ہوا اور مساجد پر رونق ہوگئیں۔ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے قرآن مجید سے بھی تعلق جوڑا۔ اکثریّت نے تراویح میں مکمّل قرآن مجید سنا اور بہت سوں نے قرآن کی قراءت بھی مکمل کی۔ اور اس ماہِ مبارک کے آخری عشرہ میں ہزاروں فرزندانِ اسلام نے اعتکاف کی سعادت بھی حاصل کی۔ الغرض دنیا میں جہاں بھی مسلمان آباد ہیں وہاں کی عمومی فضا میں ایک نیکی کا سماں نظر آیا۔

ماہِ رمضان کے یہ حالات اس سال کے ساتھ خاص نہیں ہیں بلکہ زمانہ ماضی میں بھی ہر سال ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔ ماہِ رمضان نیکی کا مہینہ ہے، اس میں شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں تو نیکی کے کاموں کی طرف مسلمانوں کا راغب ہونا کوئی انہونی بات نہیں ہے۔ نیکی کی اس عمومی فضا کو دیکھ کر ہر مخلص مسلمان کا دل خوش ہوتا ہے اور وہ دل سے چاہتا ہے کہ ایسا ماحول سارا سال رہے۔ لیکن ____ ان سارے مثبت پہلوؤں میں منفی بات جو ہر سال کے تجربے اور مشاہدہ سے معلوم ہوتی ہے یہ کہ نیکی کا یہ سماں صرف ماہِ رمضان تک محدود رہتا ہے اس کے بعد دکھائی نہیں

دیتا۔ مسلمانوں کی جو تعداد اس مہینے کی برکت سے مساجد کا رخ کرتی ہے اور قرآن سے تعلق بناتی ہے ان میں قلیل تعداد ہی رمضان کے بعد بھی اپنی حالت پر برقرار رہتی ہے اکثریت رمضان کے ختم ہونے پر ـــــ چاند رات ہوتے ہی ـــــ اپنی پرانی ڈگر پر گامزن ہو جاتی ہے۔

مسلمانوں میں سے جو مخلص ہیں وہ تو پہلے سے ہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت پر کاربند رہنے کی کوشش کر رہے ہیں ـــــ ماہِ رمضان میں ان کی اطاعت، انابت، تقویٰ اور عبادت میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین

انسان کا نیکی کی راہ میں آگے بڑھنا، اللہ تعالیٰ اور اللہ کی کتاب سے تعلق میں اضافہ ہونا، اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت واتباع کی توفیق مل جانا ـــــ یہ ہدایت کا حصول ہی تو ہے اور صراطِ مستقیم کی ہدایت حاصل ہو جانے کے بعد ہدایت سے پیچھے ہٹ جانا صریحاً گھاٹا ہے اور پورے مہینے کی حاصل کی گئی پونجی ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہم مسلمان اس ہدایت پر جو ہمیں رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں حاصل ہوئی ہے، سال کے بقیہ 11 مہینے بھی ثابت قدمی سے گامزن رہیں۔ قرآن مجید میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خود ہی ہمیں ایک دعا سکھائی ہے:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا
وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ

’’اے ہمارے رب! جب تو نے ہمیں ہدایت عطا کر دی ہے تو اس کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، بے شک تو تو بہت عطا فرمانے والا ہے‘‘۔

ہدایت کے راستے پر ثابت قدم رہنے کے لیے ہمیں یہ دعا مانگتے رہنا چاہیے اور عملاً بھی ہدایت پر رہنے کے لیے کمر کس لینی چاہیے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے دلوں کو ہدایت کے بعد ٹیڑھا ہونے سے محفوظ رکھے۔ آمین یارب العالمین۔

دورۂ ترجمۃ القرآن

قرآن کریم کا ترجمہ و مختصر تشریح

مدرس: انجینئر مختار فاروقیؒ

سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ

آیات 229 تا 231

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ طلاق دو دفعہ ہے

یعنی طلاق رجعی دو دفعہ ہے۔ لہٰذا اگر ایک یا دو دفعہ طلاق دی ہے تو اس کے بعد

فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ پھر یا تو دستور کے موافق اپنی بیوی کو گھر میں روک کر رکھ لو یا خوش اسلوبی کے ساتھ اس کو رخصت کر دو

مرد کو چونکہ فوقیت حاصل ہے لہٰذا مرد کو دل بھی کھلا رکھنا چاہیے وہ مکھی چوس والا طرزِ عمل نہیں ہونا چاہیے کہ ایک ایک پیسے کا حساب کرے اور واپس لے۔ مرد کو فوقیت حاصل ہے تو اس کو ایسا طریقہ اپنانا چاہیے کہ اس کو گھر سے رخصت کرے تو خوش کر کے رخصت کرے۔

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اور تمہارے لیے جائز نہیں ہے کہ عورتوں کو جو کچھ تم دے چکے ہو اس میں سے کچھ بھی واپس لو

پہلے تو آدمی نے بڑے چاؤ میں شادی کر لی تھی اور مہر بھی بہت زیادہ لکھوا دیا تھا اور دے بھی دیا تھا، اب جب طلاق دینے کے بعد اس کو رخصت کر رہا ہے تو آدمی کو لگتا ہے کہ یہ تو سارے پیسے ضائع چلے گئے اور آدمی کسی حیلے بہانے سے وہ پیسے واپس لینا چاہتا ہے۔ تو اللہ نے فرمایا کہ تمہارے لیے ایک پیسہ بھی اس مہر سے واپس لینا جائز نہیں ہے۔ جو کچھ تم دے چکے ہو وہ

ان کا ہے۔ اگر مرد طلاق دے رہا ہو تو اس کے لیے مہر میں سے کچھ بھی واپس لینا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر عورت طلاق کا مطالبہ کرے تو اس کو خُلع کہتے ہیں آگے اس کا حکم ہے

اِلَّآ اَنۡ یَّخَافَآ اَلَّا یُقِیۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ   مگر یہ کہ ان دونوں (خاوند اور بیوی) کو ڈر ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے

یعنی اگر خاوند اور بیوی دونوں کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ اگر وہ اکٹھے رہیں گے تو اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے یعنی وہ اللہ کے احکام کے مطابق گھر چلا نہیں سکیں گے

فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا یُقِیۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ   تو اگر تمہیں ڈر ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھیں گے

فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡهِمَا فِیۡمَا افۡتَدَتۡ بِهٖ   تو پھر ان دونوں پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو عورت جان چھڑانے کے لیے دے دے

ایسی صورت میں عورت کوئی فدیہ دے دلا کر اپنے آپ کو چھڑا لے تو کوئی گناہ نہیں۔

تِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ فَلَا تَعۡتَدُوۡهَا   یہ ہیں اللہ کی مقرر کردہ حدود، ان سے آگے نہ بڑھو

وَ مَنۡ یَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰهِ   اور جو کوئی اللہ کی حدود کو پھلانگ جاتا ہے

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۲۲۹﴾   تو وہی لوگ ہیں جو ظالم ہیں

فَاِنۡ طَلَّقَهَا   پھر اگر اس نے عورت کو طلاق دے دی

یعنی تیسری بار بھی طلاق دے دی

فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰی تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَیۡرَهٗ   تو اس کے بعد وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں ہو گی یہاں تک کہ وہ عورت اس کے سوا کسی شوہر سے نکاح کرے

فَاِنۡ طَلَّقَهَا   پھر اگر وہاں سے بھی اس کو طلاق ہو جائے

فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡهِمَآ اَنۡ یَّتَرَاجَعَآ اِنۡ ظَنَّآ اَنۡ یُّقِیۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ   تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے اس بات میں کہ وہ دوبارہ رجوع کر لیں اگر وہ یہ سمجھیں کہ اللہ کی حدود کو قائم رکھیں گے

یعنی اس عورت کو اگر دوسرے شوہر کی طرف سے نارمل پروسیجر میں طلاق ہو جائے تو اب سابقہ شوہر اور یہ عورت دوبارہ گھر بسا سکتے ہیں بشرطیکہ ان کو یقین ہو کہ اب وہ اللہ اور رسول

(اسلام) کے احکام کی پیروی کر سکیں گے۔

یہ جو تفصیل بیان ہو رہی ہے ہمارے معاشرے میں تو انہونی سی بات لگتی ہے اس لیے کہ ہمارے معاشرے میں تو ہندوؤں کے اثرات ہیں ان کے ہاں صرف ایک شادی ہوتی ہے اور اس میں جیسے بھی حالات ہوتے ہیں وہ کسی طرح نبھانے ہی ہوتے ہیں۔ یہ ایک جگہ سے طلاق اور دوسری جگہ نکاح اور دوسری جگہ سے طلاق اور تیسری جگہ نکاح اس کا تو ہمارے اس معاشرے میں کوئی تصور ہی نہیں کیا جا سکتا لیکن عربوں کے جس معاشرے یہ قرآن اترا ہے اس جیسا معاشرہ ہو تو اس میں تو یہ بات عام ہے، اس لیے سمجھی بھی جا سکتی ہے۔ اب چونکہ ہندوؤں کے زیر اثر ہمارے ہاں یہ تصور ہے کہ وہ عورت کہیں اور نکاح نہیں کر سکتی پھر اگر کہیں کر لے اور وہاں سے بھی طلاق ہو جائے تو پھر تو بالکل ہی اس عورت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہو گیا اور وہ بدنام ہو گئی۔ اس لیے اب ہوتا کیا ہے کہ اگر کسی نے عورت کو تین طلاقیں دے دیں اور فقہی طلاق ہو گئی تو اب کرائے کا آدمی تلاش کیا جاتا ہے اور پہلے سے طے کر لیا جاتا ہے کہ تم چند دن کے لیے اس عورت سے شادی کر لو اور پہلے سے معین ہے کہ تم پھر طلاق دے دینا اور پھر پہلا شوہر دوبارہ اس سے نکاح کرلے گا۔ گویا جواز کا حیلہ بنا لیا جاتا ہے۔ قانونی طور پر شاید جائز ہو جائے لیکن اخلاقی اعتبار سے تو بہت ہی گری ہوئی بات ہے۔

وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾ اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدود (احکام) ہیں جو وہ بیان فرما رہا ہے ان لوگوں کے لیے جو جاننے والے ہیں

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ اور جب تم نے عورتوں کو طلاق دے دی پھر وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں

جب ایک یا دو طلاقیں ہوں اور اس کے بعد جو تین حیض انہیں انتظار کرنا ہے وہ بھی ہو گیا یعنی عدت کے ایام پورے ہو گئے۔

فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ تو اگر انہیں روکو تو بھی بھلے طریقے پر روکو اور اگر روانہ کرنا ہو تو یہ بھی معروف طریقے پر ہونا چاہیے

یہ نہیں ہے کہ علیحدگی تو ہو رہی ہے تو اب ایک دوسرے کو گالم گلوچ کرو تا کہ دوبارہ کبھی

ایک دوسرے کی ملاقات اور سسرالی رشتوں کے ساتھ علیک سلیک کا موقع نہ رہے۔ یہ صورت حال نہیں ہونی چاہیے۔

وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا اور تم ان عورتوں کو تنگ کرنے کی غرض سے نہ روکو تاکہ تم کوئی زیادتی کرو

ایسا نہ کرو کہ طلاق دی پھر روک لیا پریشان کرنے کے لیے پھر طلاق دی اور پھر اس کو پریشان کرنے کے لیے روک لیا۔ اللہ کے قانون کو کھیل مت بناؤ یعنی قانون ایسی چیز ہے کہ اس کے ساتھ اگر کوئی کھیلنا چاہے تو کھیل سکتا ہے اسی لیے قرآن مجید میں جہاں یہ احکام آرہے ہیں ساتھ ساتھ اس بات کی بھی تعلیم ملے گی کہ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یہ چیز انسان کو قانون کے اندر رہنے پر مجبور کرسکتی ہے۔ گھر کی چار دیواری کے اندر جہاں میاں بیوی اکیلے ہوتے ہیں وہاں کون سی پولیس تعینات ہوتی ہے ہر گھر کے اندر لگائی بھی نہیں جاسکتی وہ تو صرف خوف خدا ہے جو انسان کو سیدھا راستہ چلنے پر مجبور کرسکتا ہے۔

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ اور جو کوئی یہ کرے گا اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا

جو کوئی اس صنف نازک عورت کو تنگ کرنے کے لیے روکے گا اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ عورت برداشت کرجائے لیکن اس نے اپنا نقصان کیا ہے کل قیامت کے دن اسے اس کا بدلہ بھگتنا پڑے گا۔

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا اور تم اللہ کی آیات کو ہنسی مذاق مت سمجھو

وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اور یاد کرو اللہ کے احسان کو جو اس نے تم پر کیے ہیں

وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ اور اس نعمت کو بھی یاد کرو جو اس نے تم پر اتاری ہے کتاب اور حکمت کی شکل میں کہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے اس کے ذریعے سے

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو

یہاں پھر یہ بات آگئی کہ خدا خوفی اختیار کرو

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾ اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتا ہے

لوگوں سے تم باتیں چھپا سکتے ہو اللہ سے نہیں چھپا سکتے۔

آیات 232 تا 235

وَ اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغۡنَ اَجَلَهُنَّ اور جب تم نے عورتوں کو طلاق دے دی اور وہ اپنی عدت بھی پوری کر چکیں

فَلَا تَعۡضُلُوۡهُنَّ اَنۡ یَّنۡکِحۡنَ اَزۡوَاجَهُنَّ تو اب ان کو نہ روکو اس سے کہ نکاح کریں اپنے شوہروں سے

اِذَا تَرَاضَوۡا بَیۡنَهُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ جب کہ وہ آپس میں راضی ہو جائیں دستور کے مطابق

مثلاً کسی نے اپنی بیوی کو دو طلاقیں دیں تھی پھر اس نے رجوع نہیں کیا پھر اس کی عدت بھی پوری ہوگئی تو یہ عورت اب کسی دوسری جگہ بھی نکاح کر سکتی ہے اور اپنے سابقہ شوہر کے ساتھ بھی نکاح کر سکتی ہے لہٰذا اگر اس کے بعد کہ شوہر اور بیوی رضا مند ہو جائیں کہ ہم دوبارہ گھر بسا لیتے ہیں تو اب دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا معاملہ لوگوں کے سامنے آئے گا۔ ایسی صورت حال میں عام طور پر اس خاتون کے بھائی اور دوسرے رشتے آڑے آجاتے ہیں کہ اس آدمی نے تو پہلے ہماری بہن کو مارا پیٹا ہے بے عزتی کی ہے اب ہم دوبارہ اس کا نکاح اس سے نہیں ہونے دیں گے اس گھر میں نہیں جانے دیں گے ایسا نہیں کریں گے ویسا نہیں کریں گے۔ تو اللہ نے اس بارے میں فرمایا ہے کہ اگر شوہر اور بیوی آزاد مرضی سے دوبارہ نکاح کرنے اور گھر بسانے پر آمادہ ہو جائیں تو پھر اس کے رشتے داروں کو کسی شرعی وجہ کے بغیر آڑے نہیں آنا چاہیے، اور اس کو انا کا مسئلہ نہیں بنانا چاہیے۔

ذٰلِکَ یُوۡعَظُ بِهٖ مَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ یُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ یہ نصیحت کی جاتی اس کو جو کوئی بھی تم میں سے ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور قیامت کے دن پر

ذٰلِکُمۡ اَزۡکٰی لَکُمۡ وَاَطۡهَرُ اس میں تمہارے لیے بڑی پاکیزگی اور ستھرائی ہے

اللہ تعالیٰ نصیحت فرما رہا ہے تو یہی تمہارے لیے بہتر اور پاکیزہ ہے۔

وَ اللّٰهُ یَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۳۲﴾ اور اللہ خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

شاید ایسے معاملے میں کوئی برکت ہو جائے۔

وَالۡوَالِدٰتُ یُرۡضِعۡنَ اَوۡلَادَهُنَّ حَوۡلَیۡنِ کَامِلَیۡنِ اور مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلائیں

پورے دوسال

لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ اُس شخص کے لیے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے

طلاق سے متعلق یہ مسئلہ بھی ہے کہ کسی مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اب ان کا کوئی چھوٹا بچہ ہے، اس بچے نے تو ماں کا دودھ پینا ہے۔ عموماً بچے کی ماں کہیں چلی جائے تو اس کی پرورش میں بہت مشکلات پیش آتی ہیں۔ تو یہاں بتایا جارہا ہے کہ ٹھیک ہے وہ عورت اب اس مرد کے نکاح میں نہیں رہی لیکن اگر وہ چاہتے ہیں کہ اس بچے کو وہ عورت جو بچے کی ماں ہے، دودھ پلائے تو ماں اس بچے کو دوسال کی عمر تک دودھ پلائے۔ اس صورت میں اس عورت کا نان نفقہ اس بچے کے باپ کے ذمے ہوگا۔

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ اور بچہ والے کے ذمہ ہے ان عورتوں کا نان نفقہ اور کپڑا دستور کے موافق

اب وہ اس عورت کا شوہر نہیں ہے لیکن یہ کہ قانوناً اولاد تو باپ کی ہوتی ہے اس لیے اگر وہ عورت اس کے بچے کو دودھ پلائے گی تو نان نفقہ کی حق دار ہوگی۔ اب یہ ان کا آپس میں ایک معاہدہ (CONTRACT) ہوجائے گا جس میں وہ طے کریں کہ اس بچے کو اتنی مدت دودھ پلانا ہے اور اس پر بچے کا باپ دستور کے موافق اتنا خرچ دے گا۔

لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا نہیں ذمہ داری ڈالی جاتی کسی پر مگر اس کی گنجائش کے موافق

لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا نہ ماں کو پریشان کیا جائے اس کے بچے کی وجہ سے

ماں کے دل میں بچے کی محبت ہوتی ہے اس لیے وہ چاہتی ہے کہ میں بچے کو دودھ پلاؤں۔ اب اگر بچہ کا باپ ضد کرے کہ تم سے تو دودھ نہیں پلوانا تو یہ بھی اس کو پریشان کرنا ہے یا یہ کہ اس سے دودھ پلوائے لیکن اس کو خرچ نہ دے تو یہ بھی پریشان کرنا ہے۔ تو بچے کی وجہ سے اس کی ماں کو پریشان نہ کیا جائے۔

وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ اور نہ باپ کو (پریشان کیا جائے) اس کے بچے کی وجہ سے

اور ایسا بھی ہوسکتا ہے باپ چاہتا ہے کہ بچے کی ماں دودھ پلائے لیکن وہ عورت ضد کرلے کہ میں نے تو اس کو دودھ نہیں پلانا یا یہ کہ اگر پلاتی ہے تو بہت زیادہ خرچ کا مطالبہ کرتی

ہے۔تو عورت کو چاہیے کہ اس طرح بچے کے باپ کو پریشان نہ کرے۔

وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ اور وارث کے ذمے بھی اسی طرح ہے

یعنی اگر بچے کا باپ فوت ہو جائے تو بچے کو دودھ پلانے والی عورت کا نان نفقہ وارث کے ذمہ ہوگا

فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَ تَشَاوُرٍ پھر اگر بچے کے ماں باپ آپس کی رضامندی اور مشاورت سے بچے کا دودھ چھڑانے کا ارادہ کرلیں

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے

اگر معاہدہ ہو گیا تھا پھر بعد میں کوئی ایسی صورت حال پیدا ہوگئی کہ معاہدہ توڑنے کی نوبت آگئی تو اب باہمی رضامندی سے معاہدے کو توڑلیں تو کوئی حرج نہیں ہے

وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ اور اگر تم یہ چاہو کہ اپنی اولاد کو کسی اور عورت (دائی) سے دودھ پلواؤ

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ تو تم پر کوئی گناہ نہیں

اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ جب کہ تم حوالے کر دو جو تم نے طے کیا تھا دستور کے مطابق

یعنی اگر تم کسی دائی سے اپنے بچے کو دودھ پلانا چاہو تو اس میں دین کی طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے۔جیسے عربوں میں اس زمانے میں رواج تھا ہی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی آخر دائی حلیمہ کا دودھ پیا ہے وہاں جا کر پرورش پائی ہے۔

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اور تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو

اصل بات تو تقویٰ ہے

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۳﴾ اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کر رہے ہو اس کو دیکھ رہا ہے

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا اور جو لوگ تم میں سے وفات پا جائیں اور چھوڑیں اپنے پیچھے بیویاں

اب یہ ایک اور شوہر اور بیوی سے متعلق مسئلہ کا ذکر ہے۔پہلے یہ مسئلہ بیان ہو چکا ہے کہ اگر کسی عورت کو طلاق ہو جائے تو وہ تین حیض انتظار کرے۔اب یہاں ذکر ہے کہ اگر کسی

عورت کا شوہر وفات پا جائے تو اس کو کتنی مدت انتظار کرنا ہے۔ تو اللہ نے فرمایا جو لوگ تم میں سے وفات پا جائیں اور اپنے پیچھے چھوڑ جائیں عورتیں۔ ان کے لیے ایک پابندی تو یہ لگائی کہ

يَتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِهِنَّ اَرۡبَعَةَ اَشۡهُرٍ وَّعَشۡرًا وہ عورتیں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن روکے رکھیں

یعنی جو عورتیں شوہر کی وفات سے بیوہ ہوئی ہیں وہ دوسرے دن سے آزاد نہیں ہیں کہ شادی تو ایک معاہدہ ہے اب معاہدہ کا ایک فریق مر گیا تو معاہدہ ختم ہو گیا لہٰذا ہم آزاد ہیں، ایسا نہیں ہے۔ وہی پابندی جو طلاق کی صورت میں تھی کہ عورت کو استبرائے رحم کے لیے انتظار کرنا پڑتا ہے کہ ممکن ہے کہ شوہر کی طرف سے اس کے پیٹ میں کوئی حمل ہو۔ لہٰذا وفات کی صورت میں بھی اس عورت پر پابندی ہے کہ چار مہینے دس دن وہ انتظار کرے گی، حتی المقدور شوہر کے اسی گھر میں رہے گی۔

فَاِذَا بَلَغۡنَ اَجَلَهُنَّ جب وہ عدت پوری کر لیں

فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ فِيۡمَا فَعَلۡنَ فِىۡۤ اَنۡفُسِهِنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اس میں جو وہ عورتیں اپنے بارے میں کرنا چاہیں معروف طریقے پر

یعنی اس عدت کے بعد تم ان کے راستے میں رکاوٹ نہ ڈالو۔ وہ عورت اب آزاد ہے چاہے تو سسرال میں رہے، چاہے میکے چلی جائے یا اپنے بھائیوں کے پاس چلی جائے، چاہے تو نکاح ثانی کر کے کہیں اور بس جائے، معروف طریقے پر۔

وَ اللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ ﴿۲۳۴﴾ اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے باخبر ہے

وَ لَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ فِيۡمَا عَرَّضۡتُمۡ بِهٖ مِنۡ خِطۡبَةِ النِّسَآءِ اور اس میں تم پر گناہ نہیں ہے کہ اشارے کنایے میں بیوہ عورت کے نکاح کی کوئی بات ہو جائے۔

اب یہ ضروری نہیں ہے کہ جو عورت بیوہ ہوئی ہے وہ ساٹھ سال کی ہی ہو، جوانی میں بھی کسی عورت کا شوہر فوت ہو سکتا ہے اور اس صورت میں بیوہ کا نکاح ثانی کا معاملہ بھی پیش آتا ہے۔ تو یہ چار مہینے دس دن کی مدت جہاں عورت کے استبرائے رحم کے لیے ہے وہاں وہ اس کے مرحوم شوہر کے لیے سوگ بھی ہے یہ دونوں چیزیں ساتھ ساتھ ہیں لہٰذا اس مدت میں اس عورت

کے ساتھ نکاح کی کوئی گفتگو بھی نہیں چل سکتی۔ کہ فلاں آدمی تمہارے ساتھ نکاح کا خواہش مند ہے اور نہ وہ عورت کسی سے نکاح کی کوئی بات چلائے کہ یہ چار مہینے دس دن گزرنے کے بعد نکاح کرلیں گے۔ یہ عدت عورت کا سوگ ہے اس کو سوگ کے انداز میں ہی رہنا چاہیے۔ لہٰذا عدت کے دوران اس بیوہ عورت کے نکاح کی بات کرنا منع ہے لیکن اگر اشارے کنائے میں اس کی بات ہوجائے تو اس پر پابندی نہیں ہے۔ یعنی کھلم کھلا negotiation شروع ہوجائیں تو اس کی اجازت نہیں ہے لیکن کوئی اشارہ کنایہ ہوجائے تو کوئی بات نہیں ہے۔

اَوْ اَکْنَنْتُمْ فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ یا تم اپنے دل میں کوئی بات رکھو

کوئی اس سے نکاح کا خواہش مند ہے وہ اپنے دل میں کوئی بات طے کرلے یا وہ بیوہ عورت طے کرلے کہ جب چار ماہ دس دن گزریں گے تو فلاں آدمی سے میں نکاح کرلوں گی تو اس پر کوئی پابندی نہیں ہے لیکن کھلے عام کوئی آنا جانا شروع ہوجائے اور گفتگو شروع ہوجائے اور تاریخیں طے ہوجائیں تو یہ بات غلط ہے۔

عَلِمَ اللّٰہُ اَنَّکُمْ سَتَذْکُرُوْنَھُنَّ اللہ کو خوب معلوم ہے کہ تم اس کا تذکرہ کروگے

برادری میں تو تذکرہ ہوگا کہ فلاں عورت بیوہ ہوگئی ہے اب اس کا کیا کرنا ہے، اس نے نکاح کرنا ہے یا نہیں کرنا ہے، اس کا مستقبل کیا ہوگا۔ بڑے بیٹھ کر سوچتے ہی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمیں معلوم ہے کہ تم اس کا تذکرہ ضرور کروگے۔

وَلٰکِنْ لَّا تُوَاعِدُوْھُنَّ سِرًّا لیکن ان سے نکاح کا وعدہ چھپا کر نہ کر کے رکھو

بس بات دل میں رہے تو ٹھیک ہے یہ نہیں کہ بات کہیں طے ہوگئی لیکن اس کو ظاہر نہیں کرنا، یہ بھی غلط ہے وہ بات اشارے کنائے کی حد تک اور اپنے دل کی حد تک ہو تو ہو لیکن آگے نہیں بڑھنی چاہیے۔

اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا شریعت کے مطابق کوئی بات ہوجائے تو ٹھیک ہے۔

وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَۃَ النِّکَاحِ حَتّٰی یَبْلُغَ الْکِتٰبُ اَجَلَہٗ اور نہ نکاح کا ارادہ کرو یہاں تک کہ وہ عدت مقررہ انتہا کو پہنچ جائے

اس کا اعلان نہ کرو اس کی تاریخ مقرر نہ کرو اس کا لوگوں کو بتاؤ نہیں چرچا نہ کرو۔

وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ اور جان رکھو اللہ کو خوب معلوم ہے جو تمہارے دل میں ہے، اس اللہ سے متنبہ رہو

سخت جملہ ہے کہ اگر تمہارے دل میں کوئی چور ہے اللہ خوب جانتا ہے اس اللہ سے متنبہ رہو بچو۔ تم زیادتی کررہے ہو تو اللہ تمہیں پکڑے گا سزا دے گا۔

وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۳۵﴾ اور یقین رکھو بے شک اللہ بخشنے والا ہے اور تحمل والا ہے

بردبار ہے تم سے زیادتی ہو جائے تو فوراً نہیں پکڑتا اصلاح کی اور توبہ کی مہلت دیتا ہے۔

آیات 236 تا 237

اب یہ ایک اور مسئلے کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ ایسی بھی صورتحال پیش آ سکتی ہے کہ کسی عورت کا نکاح ہو گیا ہو، ابھی رخصتی نہ ہوئی ہو اور طلاق کی نوبت آ جائے۔ ہمارے ہاں کبھی ایسے نکاح ہوتے ہیں کہ چھوٹی عمر میں دونوں کا نکاح کر دیا جاتا ہے ابھی رخصتی کی عمر نہیں ہے یا کبھی عورت کا چھوٹی عمر میں نکاح ہو گیا اور شوہر بڑی عمر کا ہے اس وجہ سے ابھی رخصتی نہیں ہوئی، یا عورت بڑی عمر کی ہے شوہر ابھی نابالغ ہے یا اور بھی صورت ہو سکتی ہے کہ دونوں بالغ ہیں نکاح ہو گیا ہے لیکن رخصتی نہیں ہوئی ہے۔ ایسی صورتوں میں اگر طلاق کی نوبت آ جائے تو اس کا ذکر یہاں کیا جا رہا ہے۔ فرمایا

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ تم پر کچھ گناہ نہیں ہے اگر تم بیویوں کو طلاق دے دو جبکہ تم نے ان کو چھوا نہ ہو

یعنی جن عورتوں سے تمہارا نکاح ہو چکا ہے لیکن ابھی تک ان سے خلوت نہیں ہوئی اگر ان کو طلاق دینے کی نوبت آ جائے تو طلاق دینے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ اب یہاں دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ نکاح میں مہر کی مقدار متعین نہیں ہوئی تھی دوسری یہ کہ مہر کی مقدار متعین ہو گئی تھی۔ آگے اس کا ذکر ہے۔

اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً یا تم نے ان کا مہر مقرر نہیں کیا

وَّ مَتِّعُوْهُنَّ اور ان کو کچھ خرچ دو

اب مہر مقرر نہیں ہوا تھا لیکن اللہ نے فرمایا کہ کچھ نہ کچھ پھر بھی ان کو دے دو۔ مرد کو دل بڑا رکھنا چاہیے لہٰذا اس عورت کو بھی جس سے نکاح کا بندھن ہو گیا تھا اگر چہ رخصتی نہیں ہوئی تم نے اس سے خلوت اختیار نہیں کی پھر بھی اس کو کچھ نہ کچھ دے کر رخصت کرو۔

عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ جو وسعت والا ہے اس کے ذمے اس کی حیثیت کے مطابق اور جو تنگ دست ہے اس پر اس کی حیثیت کے مطابق

مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ یہ خرچ معروف طریقے پر ہونا چاہیے

حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾ یہ احسان کی روش اختیار کرنے والوں کے ذمے حق ہے

یعنی ضرور دینا چاہیے۔ اب دوسری صورت کا ذکر ہے

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ اور اگر تم ان کو طلاق دے دو اس سے پہلے کہ تم نے ان کو ہاتھ لگایا ہو

وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً اور تم ان کا مہر مقرر کر چکے ہو

فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ تو جو مقرر کیا ہے اس کا آدھا دینا ہو گا

اگر چہ خلوت سے پہلے ہی طلاق ہو رہی ہے۔ اس وقت مثلاً اگر ایک لاکھ مہر مقرر کر دیا اب رخصتی سے پہلے ہی طلاق ہو رہی ہے تو پچاس ہزار دینا ہو گا۔ بات وہی ہے کہ مرد کو قوامیت حاصل ہے تو دل بھی کھلا رکھے خرچ کرے۔

اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ مگر یہ کہ درگزر کریں عورتیں

یا وہ خاتون کہے میں یہ آدھا یا اس میں سے کچھ معاف کرتی ہوں۔ کسی طرح جان چھوٹ جائے۔ صاف ظاہر ہے کوئی ناراضی ہو گی تبھی طلاق کی نوبت آئے گی۔

اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ یا درگزر کرے وہ مرد جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے

وہ آدھے کی بجائے سارا دے دے تو یہ بھی بہتر بات ہے۔ اگر تھوڑا مہر ہے جیسا کہ کہیں بتیس روپے ہی مقرر کیا ہوا ہے اور آدمی اٹکا ہوا ہے کہ نہیں سولہ روپے ہی دینے ہیں تو زیادتی والی بات ہو جائے گی پورا دے دو کیا فرق پڑتا ہے۔ اگر ہزاروں میں مقرر کیا ہوا ہے تو بھی مرد اگر

اس میں بھی درگزر کر دے اور پورے کا پورے دے دے تو اچھی بات ہے۔

وَاَنۡ تَعۡفُوۡۤا اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰى اور مرد درگزر کر دیں تو یہ تقوے کے زیادہ قریب ہے

مرد پورے کا پورے دے دیں تو ان کے تقوے کا تقاضا یہی ہے کہ وہ ایسا ہی کریں۔

وَلَا تَنۡسَوُا الۡفَضۡلَ بَيۡنَكُمۡ اور تمہارے درمیان جو فضیلت ہے اس کو نہ بھولو

یہ جو اللہ نے تمہیں ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے مردوں کو قوام بنایا ہے اور ان کو عورتوں پر فوقیت دی ہے تو اس کے پھر تقاضے بھی ادا کرنا چاہئیں۔ اگر اللہ نے کوئی اختیارات دیے ہیں کوئی ترجیحات دی ہیں تو پھر ان کی کچھ ذمہ داریاں بھی ہیں وہ بھی ادا کرنی چاہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ﴿۲۳۷﴾ بے شک جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے

بقیہ از فتنۂ دجال کا علاج اور توڑ

تمام پر فوجی ٹریننگ حاصل کرنے کی پابندی ہے۔ امت مسلمہ قرآن و حدیث کی ان پیش گوئیوں پر ایمان تو رکھتی ہے لیکن اس کے باوجود کفر سے مقابلے کی تیاری سے غافل ہے۔ ذہنی اور جسمانی طور پر مسلمانوں کو آنے والے وقت کے لیے تیار نہیں کیا جا رہا ہے اور اس معاملے میں مجرمانہ خاموشی ہے۔ چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومتی سطح پر کفر کا مقابلہ کرنے کی پالیسی بنائی جائے، انہیں بے بسی اور مسکنت کی بجائے جرات و بہادری کی تعلیم دی جائے، ہر مسلمان کو دین اسلام کا سپاہی اور مجاہد فی سبیل اللہ بنایا جائے جس کی استعداد اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان میں رکھی ہوئی ہے۔ زوال کے اس دور میں بھی مسلمانوں میں شوق اور جذبے کی کمی نہیں ہے۔ ضرورت صرف عملی مثال کی ہے جو عزیمت کا راستہ دکھائے۔ اس طرزِ عمل سے مسلمانوں کو ان کا کھویا ہوا مقام حاصل ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ (تمام شد)

فتنۂ دجّال کا علاج اور توڑ

(آخری قسط)

محمّد نعمان اصغر

I. انفرادی سطح پر

(۱) فتنوں سے آگاہی:

رسول اللہ ﷺ نے قیامت تک آنے والے فتنوں سے امّت کو آگاہ فرمایا ہے۔ کتب احادیث میں دورِ فتن کے بارے میں سینکڑوں احادیث موجود ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فتنوں کے حوالے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت فرمائی اور ان کے ذریعے یہ علم امّت کو منتقل ہوا۔ آج دنیا جس قدر فتنوں کی لپیٹ میں ہے یہ موضوع غیر معروف بن کر رہ گیا ہے اور اس سے بے اعتنائی برتی جارہی ہے۔ یہی فتنوں کے عروج اور دجال کے خروج کی علامت ہے۔ چنانچہ فتنوں کے بارے میں علم حاصل کیا جائے اور ان سے بچاؤ کے حوالے سے تربیت حاصل کی جائے۔

(۲) فتنوں سے حفاظت کی دعا:

رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد فتنۂ دجال سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ احادیث مبارکہ میں اس حوالے سے کئی دعاؤں کا تذکرہ ملتا ہے۔ آپ ﷺ نے امت کو بھی انہی دعاؤں کی تاکید فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جو شخص فتنوں سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے خصوصی دعا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے محفوظ رکھے گا۔ چنانچہ فتنوں سے بچنے کیلئے بالعموم اور فتنہ دجال سے حفاظت کے لئے بالخصوص دعا کی جائے۔ یہ فتنہ جس قدر عظیم الشان ہے اسی قدر اللہ تعالیٰ سے

دعا کرنے اور اس کے ساتھ تعلق مضبوط بنانے کی ضرورت ہے۔اس سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق بھی مضبوط ہوگا اور فتنوں سے بچنے کے لئے شعوری کوشش کا بھی اہتمام ہوتا رہے گا۔

(۳) اللہ تعالیٰ پر توکل:

حدیث مبارکہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی ذات پر پختہ یقین فتنوں سے بچائے گا۔ دجال کے پاس بے پناہ قوت اور وسائل ہوں گے۔ وہ ان کے ذریعے ایسے لوگوں کو گمراہ کرے گا جن کا اللہ تعالیٰ پر یقین اور توکل کمزور ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی قوت کے مقابلے میں دجال کی طاقت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ چنانچہ دجال سے مرعوب ہونے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل اور بھروسہ کیا جائے۔ اللہ تعالی کی سرپرستی فتنوں سے بچانے میں اہم کردار ادا کرے گی۔

(۴) حرص وہوس سے اجتناب:

ہوس پرستی اور مادیت پرستی سے صبر وشکر کی صفت ختم ہو جاتی ہے۔ ہوس پرستی کا نام ہی دجالیت ہے جس نے صبر وشکر اور قناعت کو ختم کر دیا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ حرص بڑھتی چلی جارہی ہے جو رکنے کا نام نہیں لیتی۔ آج کا انسان قناعت کی دولت سے نا آشنا ہو چکا ہے۔ اس کی زبان پر Enough کے الفاظ کم ہی سننے کو ملتے ہیں۔ چنانچہ جو چیز حاصل ہو اس پر شکر کیا جائے اور جو حاصل نہ ہو اس پر صبر کیا جائے۔ اس کیفیت کو اہتمام کے ساتھ اپنے اوپر طاری کیا جائے۔ اس سے حرص وہوس میں کمی واقع ہوگی جس سے دجالی اثرات بھی یقیناً کم ہوں گے۔

(۵) سورہ کہف کی تلاوت:

رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق سورہ کہف فتنہ دجال کا علاج اور توڑ ہے۔ سورہ کہف کی باقاعدہ تلاوت اور فہم وتدبر فتنہ دجال سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس سورہ مبارکہ کی نورانیت ہر قسم کی گمراہیوں کو دور کرتی ہے۔ اس سے انفرادی اور اجتماعی افراط وتفریط کا شعور عطا ہوتا ہے۔ اس سورہ مبارکہ کا حامل شخص دجال اور دجالیت کی دھوکے بازیوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اس کی برکت سے فہم وشعور اور دل ونگاہ کی بیداری عطا ہوتی ہے۔ فتنوں کی اندھیری رات میں یہ سورہ مبارکہ روشنی کا مینار ہے۔ لہٰذا جمعہ کے دن اس کی تلاوت کی پابندی کی جائے۔ سورہ کہف کو مکمل طور پر حفظ کرنے کی کوشش کی جائے وگرنہ اس کی ابتدائی دس آیات کو لازماً حفظ کر لیا جائے۔

(٦) ذکر کی پابندی:

تعلق مع اللہ کے ساتھ ذکر کا خصوصی تعلق ہے۔ حدیث مبارکہ کے مطابق ذکر کرنے والے کا دل زندہ اور نہ کرنے والا کا دل مردہ ہے۔ ذکر سے غافل شخص کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کمزور پڑ جاتا ہے اور وہ شخص آسانی سے شیطان کا شکار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مسنون اذکار کا باقاعدگی سے اہتمام کیا جائے۔ درود شریف اور تسبیحات کی پابندی کی جائے۔ اس سے وہ ایمانی اور روحانی قوت میسر آئے گی جو فتنوں سے بچاؤ میں مدومعاون ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فتنۂ دجال کے دور میں تسبیحات واذکار کو اہل ایمان کی روحانی اور جسمانی خوراک قرار دیا ہے۔

(٧) قرآن مجید سے قلبی تعلق:

قرآن مجید ایمان کی تروتازگی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ یہ ایسا نور ہے جس کی روشنی میں ہر قسم کی گمراہیوں اور افراط و تفریط سے بچا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فتنوں کے دور میں قرآن مجید کی تلاوت اور اس پر عمل کرنے کی تاکید کی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی روزانہ تلاوت کو اپنا معمول بنایا جائے۔ اس کا فہم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اس پر عمل کیا جائے۔ انفرادی زندگی میں قرآن مجید کے احکام پر عمل کیا جائے اور اجتماعی زندگی میں اس کے قانون اور نظام کو نافذ کیا جائے۔ قرآن مجید کے ساتھ خصوصی تعلق یقینی طور پر فتنوں سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

(٨) باطنی صفائی کا اہتمام:

گناہ کرنے سے انسان کا دل زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ باطنی بیماریاں انسان کے دل کو مردہ کر دیتی ہیں۔ ریاکاری، حسد، تکبر، حب دنیا اور عجب انتہائی مہلک امراض ہیں۔ ان کا شکار دل بڑی آسانی سے شیطان کے وسوسوں کا مرکز بن جاتا ہے۔ اس کیفیت میں انسان کا روحانی وجود کمزور اور حیوانی وجود طاقت ور ہو جاتا ہے۔ دجال تو سراپا شیطنت ہوگا جس کی طرف گناہ کی عادی لوگ کھنچے چلے جائیں گے۔ چنانچہ اپنے باطن کی صفائی یعنی تزکیہ کا شعوری اہتمام کیا جائے۔ لہٰذا ہر اس سوچ اور عمل سے اپنے آپ کو بچانے کی ضرورت ہے جس سے روحانیت کمزور اور حیوانیت طاقتور ہوتی ہے۔ فتنہ دجال سے بچنے کے لئے باطنی صفائی انتہائی ناگزیر ہے۔

(۹) حب دنیا سے پرہیز:

دنیا کی محبت ایمان کی کمزوری کی علامت ہے۔ اسے تمام روحانی بیماریوں کی جڑ بھی قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق امت کے زوال اور کفر کے غلبے کی ایک بڑی وجہ مسلمانوں کی دنیا پرستی ہے۔ آپ ﷺ کا طرزِ عمل زہد فی الدنیا کی ترغیب دلاتا ہے اور یہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اسلاف کا شعار رہا ہے۔ حدیث مبارکہ کے مطابق دنیا کی محبت کو دل سے نکالنا انشراح صدر کی علامت ہے۔ چنانچہ دنیا کی محبت کو دل سے نکالا جائے۔ یہ طرزِ عمل فتنہ دجال سے بچاؤ میں مفید ہوگا جس میں ط مادیت پرستی اپنے عروج کو پہنچ جائے گی۔

(۱۰) توبہ استغفار کا اہتمام:

سچی توبہ گناہوں کے اثرات کو مٹا دیتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمام بنی آدم خطا کار ہیں اور بہترین خطا کار توبہ کرنے والے ہیں۔ گناہوں سے سچی توبہ کرنے والا ایسے ہوتا ہے جیسے اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہ ہو۔ گویا گناہ کرنے سے دل پر جو برے اثرات پڑتے ہیں وہ توبہ کی تاثیر و برکت سے مٹ جاتے ہیں۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ختم ہوتی ہے اور اس کی طرف رجوع نصیب ہوتا ہے۔ باطل سے نفرت اور حق کو غالب کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرنی چاہیے۔ استغفار کو اپنا معمول بنایا جائے۔ اس کے علاوہ فرائض اور دینی تقاضوں کی ادائیگی میں سستی پر بھی توبہ اور استغفار کا شعوری اہتمام کیا جائے۔

(۱۱) آخرت کی تیاری:

xi. رسول اللہ ﷺ نے دنیا کو دار فانی اور آخرت کو دار بقا قرار دیا ہے۔ لہٰذا آخرت کی فکر کی جائے اور اس کی تیاری کو ترجیح اول بنایا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی کا تصور ہی انسان کے سیدھا ہونے کی علامت ہے۔ اخروی حساب کا ڈر انسان کو نافرمانی سے بچاتا ہے۔ آخرت کی فکر سے اللہ تعالیٰ دل میں غنٰی کی کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔ اس سے دنیا کی محبت میں کمی واقع ہوتی ہے اور آخرت کا دھیان اور شوق نصیب ہوتا ہے۔ چنانچہ دل میں آخرت کا جس قدر پختہ یقین ہوگا، مادیت پرستی کے اثرات اسی قدر کم ہوں گے اور دجالیت سے اتنا ہی بچاؤ ممکن ہوگا۔

(۱۲) ظاہر و باطن کا تقویٰ:

ایمان کا اصل حسن ظاہر و باطن کا تقویٰ ہے۔ حدیث مبارکہ کے مطابق اپنی تنہائیوں میں نافرمانی کرنے والوں کے اعمال کو اللہ تعالیٰ ضائع کر دے گا۔ اس حوالے سے آج کا انسان سب سے زیادہ خطرے کی زد میں ہے۔ موبائل فون اور انٹرنیٹ کے غلط استعمال نے تنہائیوں کو بھی آلودہ کر دیا ہے۔ لہٰذا اپنی خلوت اور جلوت دونوں میں تقویٰ اختیار کیا جائے۔ اسی طرح اپنے ظاہر و باطن کی بھی اصلاح کی جائے۔ یہ کیفیات جس قدر حاصل ہوتی جائیں گی اسی قدر ایمان محفوظ و مامون ہوتا چلا جائے گا اور فتنوں کے اثرات سے اسی قدر بچاؤ ممکن ہوگا۔

(۱۳) عصبیت سے اجتناب:

حدیث مبارکہ کے مطابق حکمت جہاں سے بھی ملے، بندہ مومن اس کا سب سے زیادہ حق دار ہوتا ہے۔ لہذا حق کا ساتھ دیا جائے اور حق پرستوں کی صف میں کھڑے ہوا جائے۔ حق کی ہر آواز پر لبیک کہا جائے اور اسے تقویت پہچائی جائے ورنہ کم از کم اس کی مخالفت نہ کی جائے۔ حق کی مخالفت سے باطل کو تقویت پہنچتی ہے۔ دین کی اشاعت اور غلبے کی ہر کوشش کی قدر کی جائے۔ اپنے دل و دماغ کو تعصّبات سے پاک کیا جائے۔ دوسروں کی دینی مساعی کی قدر کرنے سے ہی دین کے ساتھ اخلاص نصیب ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے زوال کی ایک بڑی وجہ باہمی اختلافات ہیں لہٰذا امت میں نفرتیں بانٹنے کی بجائے محبت و برداشت کو فروغ دیا جائے۔ فرقہ واریت اور مسلک پرستی سے اجتناب کر کے امت کو باہم جوڑنے کی کوشش کی جائے۔

(۱۴) ٹیکنالوجی کا محتاط استعمال:

یہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے عروج کا دور ہے۔ آج کل سائنس کی وجہ سے ہوش ربا ایجادات ہو رہی ہیں جن کی وجہ سے زندگی میں بے پناہ سہولتیں پیدا ہو چکی ہے۔ تاہم یہ سہولتیں تعیّشات کی صورت اختیار کرتی جا رہی ہیں۔ ان چیزوں کا غیر محتاط استعمال جسمانی اور روحانی بیماریوں کا باعث بن رہا ہے۔ ٹیکنالوجی کے ساتھ ساتھ چلنے اور اپ ڈیٹ رہنے کا جنون عام ہوتا جا رہا ہے۔ اس طرز عمل کو اختیار کرنے والا شخص اخروی لحاظ سے انتہائی خطرے میں ہے۔ شاید اسی پس منظر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کے دور میں بیٹھنے والے کو کھڑے ہونے والے سے،

کھڑے ہونے والے کو چلنے والے سے اور چلنے والے کو دوڑنے والے سے بہتر قرار دیا ہے۔ گویا جو شخص اس حوالے سے جتنا محتاط ہو گا اور قدامت پسندی کی طرف جائے گا تو وہ اپنے ایمان کو بچالے گا۔ اس کا غیر محتاط استعمال انسان کے ایمان کو ختم کر دے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فتنوں کی طرف جھانکنے والے شخص کے بارے میں فرمایا کہ وہ ان کا شکار ہو جائے گا۔ کئی ایجادات کی بالفعل یہی صورت حال پیدا ہو چکی ہے۔ بعض لوگ Andriod Phone استعمال نہ کرنے والے شخص کو خوش قسمت قرار دیتے ہیں کہ وہ قلب و نظر کے بہت بڑے فتنے سے محفوظ ہے، واللہ اعلم۔ بہر حال اس حوالے سے نہایت محتاط طرز عمل اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

(۱۵) عقلیت پسندی سے پرہیز:

ہر چیز کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنا بہت بڑی گمراہی ہے۔ یہ عقلیت پسندی آج کل عام ہوتی جا رہی ہے اور اس طرز عمل کی بڑی حوصلہ افزائی بھی کی جا رہی ہے۔ یہ موجودہ دور کے فتنوں میں سے ایک بڑا فتنہ ہے۔ ہمارے دنیاوی تعلیمی ادارے اسی طرز فکر کو رواج دے رہے ہیں۔ وہ بچوں میں عقلیت پسندی (Logic) کا پر کشش لیکن انتہائی زہریلا نظریہ پھیلا رہے ہیں جس کی وجہ سے وہ ساری عمر ایمانیات سے محروم رہتے ہیں۔ ایمانیات کا تعلق عقل سے نہیں بلکہ غیبی حقائق سے ہے۔ حواس خمسہ ایمانیات کی کسی طرح بھی تصدیق نہیں کر سکتے لہٰذا انہیں ایمانیات کی تصدیق یا تردید کے لئے کسوٹی بنانا سراسر کج فہمی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دجال کے بارے میں فرمایا کہ ہر صاحب ایمان شخص اسے پہچان لے گا چاہے پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ۔ عقل پرست اور ایمان سے محروم لوگ بڑی آسانی سے اس کے دجل کا شکار ہو جائیں گے۔ لہٰذا عقلیت پسند سے اپنا دامن بچاتے ہوئے ایمان بالغیب کو مضبوط اور گہرا کرنے کی ضرورت ہے۔

II. معاشرتی سطح پر

(۱) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع:

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو روشن ستاروں کی مانند قرار دیا ہے۔ یہ مقدس ہستیاں رسول اللہ ﷺ کی تربیت یافتہ تھیں جن کی قربانیوں کی بدولت اس وقت کا باطل نظام پاش پاش ہوا۔ آج کے باطل کو زیر کرنے کے لئے بھی صحابہ کرام کی پیروی ضروری ہے۔ چنانچہ صحابہؓ

کرام کی محبت دل میں بسائی جائے۔ان کے اخلاق و عادات کو اپنایا جائے۔ان کے حالات زندگی کا مطالعہ کیا جائے اوراسے اپنے لئے مشعل راہ بنایا جایا۔اس سے ایمانی وعملی قوت میسر آئے گی جس سے دین کے غلبے کی منزل قریب ہوگی اورفتنہ دجال کا مقابلہ بھی ممکن ہوگا۔ان شاءاللہ

(۲)عورتوں کی گھریلوذمہ داری:

عورتوں کو گھروں سے باہر نکالنا شیطانی ایجنڈہ ہے۔اس ایجنڈے پر مختلف پرکشش عنوانات کے تحت تیزی سے کام ہورہا ہے۔حدیث مبارکہ کے مطابق خواتین کا گھر نکلنا اوردجال کی پیروی کرنا اس فتنہ کی عروج کی نشانی ہے۔لہٰذا ناگزیر صورت میں ستر وحجاب کی پابندی کے ساتھ گھر سے باہر نکلا جائے۔اولاد کی پیدائش،تعلیم وتربیت اور گھریلو معاملات سنبھالنا ہی خواتین کی اصل ذمہ داری ہیں۔انہیں باقی ذمہ داریوں سے سبکدوش کیا جائے۔اس حوالے سے ان کی خصوصی ذہن سازی اورتعلیم وتربیت کا اہتمام کیا جائے اوراس فتنے سے آگاہ کیا جائے۔

(۳)شرم وحیا کارواج:

رسول اللہ ﷺ نے حیا اور ایمان کو لازم وملزوم قرار دیا ہے۔ان دونوں میں سے ایک اٹھ جائے تو دوسرا خود بخود ختم ہوجاتا ہے۔ہوس پرست اور حیا باختہ انسان آسانی سے شیطان کا شکار ہوجاتا ہے۔شیطان کے پجاری دنیا سے حیا ختم کرنے کے درپے ہیں اور وہ انسان کو حیوانی سطح پر لا چکے ہیں۔چنانچہ شرم وحیا اورعفت وآبرو کی حفاظت کی جائے۔اپنی نظروں کی حفاظت کے ساتھ ساتھ ستر وحجاب کے احکام پرعمل کیا جائے۔نامحرم اورمخلوط محافل کا مکمل طور پر بائیکاٹ کیا جائے بالخصوص شادی بیاہ کی غیر مسنون تقریبات سے ڈٹ کر اعلان برات کیا جائے۔

(۴)ستر وحجاب کی پابندی:

عفت وحیا کی پابندی ایمان کی علامت ہے جس کی حفاظت کے لئے دین اسلام نے ستر وحجاب کے احکام دیئے ہیں۔دوسری طرف ستر وحجاب سے آزادی شیطان کا ایجنڈا ہے۔اس ایجنڈے کو مختلف دل فریب عنوانات دے کر بے راہ روی پھیلائی جارہی ہے۔لہٰذا خواتین کو ستر حجاب کے احکام کی تعلیم دی جائے اوراس کی اہمیت سے آگاہ کیا جائے۔گھر سے باہر عمومی پردہ اور گھر کے اندر شرعی پردہ کی پابندی کروائی جائے اور بے پردگی کی حوصلہ شکنی کی جائے۔مخلوط محافل

اور مخلوط تعلیم سے مکمل اجتناب کرتے ہوئے ان کا بائیکاٹ کیا جائے۔کسی کی ناراضگی کی ہرگز پرواہ نہ کی جائے۔ بے پردگی کے دنیاوی واخروی نقصانات سے لوگوں بالخصوص خواتین کو آگاہ کرکے دجالیت کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔خواتین جس طرح بے پردگی کا شکار ہوتی جارہی ہیں، شاید اس کے دنیاوی واخروی نقصانات ان کے علم میں نہیں ہے۔انہیں اس حوالے سے تعلیم دینے کے لئے خصوصی محنت کی جائے۔اس طرح بے حیائی کے آنے والے اس طوفان کو روکا جاسکتا ہے جو مغربی دنیا کی معاشرت تباہ وبرباد کرنے کے بعد اب مسلم معاشروں کو بھی نشانہ بنا چکا ہے۔

(۵) خاندانی نظام کی حفاظت:

کسی بھی معاشرے کی بنیادی اکائی خاندانی نظام ہے۔خاندانی نظام کا بگاڑ معاشرتی نظام کی تباہی ہے۔حدیث مبارکہ کے مطابق شیطان کی نگاہ میں وہ شاگرد زیادہ قابل تحسین ہوتا ہے جو خاندانی نظام میں دراڑ ڈال دے۔لہٰذا خاندانی نظام کی تباہی شیطانی قوتوں کا اولین ہدف ہے۔خاندانی نظام کو ختم کرکے مغربی معاشرے کو تباہی سے دوچار کردیا گیا ہے۔اب وہاں اخلاقی اقدار ناپید ہوچکی ہیں۔والدین اور اولاد کی ذمہ داریوں کا تصور مٹ چکا ہے۔میاں بیوی کا مقدس رشتہ بری طرح مجروح ہوچکا ہے۔اب ان قوتوں کا رخ مسلم معاشروں کی طرف ہے۔ یہاں پر بھی میڈیا کے ذریعے ایسا کلچر عام کیا جارہا ہے جس سے خاندانی نظام مٹ جائے گا۔مغرب کے دباؤ پر ایسی قانون سازی کی جارہی ہے جس سے خاندانی نظام کی رہی سہی صورت بھی بدل جائے گی۔چنانچہ اسلام کے معاشرتی احکامات پر انفرادی اور اجتماعی زندگی میں عمل کی ضرورت ہے تاکہ مغرب سے آنے والے اس طوفان کے آگے بندھ باندھا جاسکے۔

III. معاشی سطح پر

(ا) رزق حرام سے اجتناب:

حرام رزق انسان کے جسم اور روح دونوں کو فاسد کردیتا ہے۔حرام رزق پر پلے ہوئے جسم میں نیکی کی طلب کم ہوجاتی ہے۔ایسے انسان کو نیک کاموں کی توفیق کم ملتی ہے۔اس کی رغبت گناہوں میں ہوتی ہے۔سود اور جوا آج کا سب سے بڑا حرام ہے جس نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔اس کی نحوست نے انسانیت کو روحانیت سے عاری کردیا ہے۔چنانچہ ہر قسم کے

سودی معاملات سے پرہیز کیا جائے اور مشکوک ذریعہ آمدن کو بھی ترک کر دیا جائے۔اس کے علاوہ حرام کی جتنی بھی مختلف شکلیں پائی جاتی ہیں ان سے کلی طور پر اجتناب کیا جائے۔پاک اور طیب خوراک کی عادت بنائی جائے۔پاکیزہ جسم میں ہی نیک اعمال کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔اس سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نصیب ہوگا اور دین پر چلنے کی توفیق حاصل ہوگی۔اس سے باطل کے خلاف بغاوت کی روح بھی بیدار ہوتی ہے۔مزید برآں حلال رزق کمانے کی کوشش کی جائے اور پھر اسے حلال کاموں میں ہی خرچ کیا جائے۔اپنے گھر والوں کی بھی حلال وحرام کے حوالے سے تربیت کی جائے۔ان کے دلوں میں حلال کی محبت اور حرام سے نفرت کا شوق پیدا کیا جائے۔

(۲) قدرتی خوراک کی عادت:

آج کل قدرتی خوراک کی بجائے مصنوعی، پیک شدہ اور ڈبہ بند خوراک عام ہوتی ہو جارہی ہے۔تمام بڑی بڑی غذائی کمپنیاں یہودیوں کی ملکیت ہیں۔یہ صورت حال ایک طرف دنیا کی معیشت پر ان کے غلبے کی نشان دہی ہے تو دوسری طرف یہ کمپنیاں ایسی خوراک میں حرام اجزاء کی ملاوٹ کر رہی ہیں۔لوگوں کو حلال کے دھوکے سے حرام کا عادی بنایا جا رہا ہے۔ملٹی نیشنل کمپنیوں کی مصنوعات میں تو اس کا سو فیصد چانس ہے۔بصورت دیگر ایسی خوراک اگر حرام نہ بھی ہو تو اس میں مضر صحت اجزاء کا ہونا تو یقینی ہے۔ایسی خوراک کے عادی لوگ روحانی اور جسمانی طور پر زوال کا شکار ہوتے جا رہے ہیں۔لہٰذا قدرتی خوراک کو رواج دیا جائے اور بچوں کو شروع سے اس کی عادت ڈالی جائے۔فطرت کی طرف پلٹنے میں ہی اس فتنے کا علاج اور توڑ ہے۔

(۳) انفاق فی سبیل اللہ:

حرص و ہوس کا علاج انفاق فی سبیل اللہ میں ہے۔انفاق سے دنیا کی محبت میں کمی واقع ہوتی ہے۔اس سے انسان کو روحانی ترقی نصیب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنا سب کچھ لگانے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔انفاق کرنے سے باطنی بیماریوں کی اصلاح ہوتی ہے۔اس سے انسان کو انشراح صدر کی کیفیت بھی حاصل ہوتی ہے جو دین کے باقی تقاضوں کو ادا کرنے کے لئے ضروری ہے۔چنانچہ مخلوق خدا کی مدد اور دین اسلام کے غلبے کے لئے انفاق کی عادت بنائی جائے۔اس کے ساتھ ساتھ اپنے وقت اور صلاحیتوں کو بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں لگایا جائے۔

اپنی ضروریات کو کم سے کم کر کے قناعت اختیار کی جائے۔ بے جا رسومات اور فضول خرچی سے اجتناب کیا جائے۔ میانہ روی اختیار کی جائے اور بخل سے اجتناب کیا جائے۔ اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی اور مخلوق خدا کی خدمت کے لئے خرچ کیا جائے۔ معاشرے میں پائے جانے والے مادہ پرستانہ رویے کی اپنے عمل سے مخالفت کی جائے۔ اس طرز عمل سے اپنے گھر والوں کی بھی عملی تربیت ہوگی اور مادیت پرستی اور دجالیت کی بھی جڑ کٹے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ

(۴) سادہ طرز زندگی:

سادہ طرز زندگی دین اسلام کی تعلیم ہے اور یہی اسلاف کا طرز عمل رہا ہے۔ اس سے نفس کی تربیت ہوتی ہے اور اس پر قابو پانا آسان ہو جاتا ہے۔ نفس کو عیش پرستی اور آرام پسندی کی عادت ڈالی جائے تو یہ منہ زور بن جاتا ہے۔ عیش پسندی کی زندگی انسان کو دین کے مشکل تقاضوں پر عمل سے روک دیتی ہے۔ لہٰذا تعیّشات (Luxuries) سے کنارہ کشی اختیار کی جائے۔ عیش پرست انسان دنیاوی لحاظ سے ہوشیار لیکن دینی لحاظ سے کاہل اور سست ہو جاتا ہے اس لئے خوراک، لباس، رہائش اور دیگر ضروریات زندگی میں سادگی اختیار کی جائے۔ باقاعدگی کے ساتھ ورزش کرنے کو اپنا معمول بنایا جائے۔ اپنے جسم کو محنت و مشقت اور سختی کا عادی بنایا جائے تاکہ یہ مستقبل میں آنے والے حالات کے لئے تیار ہو سکے۔ ہر قسم کے حالات میں رہنے کی عادت بنائی جائے۔ زیادہ خوراک اور نیند و آرام کی عادت سے اجتناب کیا جائے۔ سادہ اور قدرتی غذا کی عادت بنائی جائے۔ سہل پسندی کی عادت کو ترک کرنے میں ہی عافیت ہے۔

IV. اجتماعی سطح پر

(۱) دین کے لئے قربانی:

اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے اپنا سب کچھ لگانے اور کھپانے کا جذبہ مطلوب ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا وفادار بندہ بن کر اس کے دین کا محافظ بنا جائے۔ کسی حال میں دین سے پسپائی اختیار نہ کی جائے اور دین میں بگاڑ پیدا کرنے کی ہر کوشش کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے۔ اپنی ذاتی زندگی میں دین پر عمل کیا جائے اور اجتماعی زندگی میں بھی اس کے احکام پر مبنی نظام قائم کرنے کی کوشش کی جائے۔ مال خرچ کرنے کے ساتھ وقت، صلاحیتوں اور جسم و جان کا بھی انفاق کیا

جائے۔ ہر اس چیز کو چھوڑ دیا جائے جو دین کے راستے میں رکاوٹ ہو اور ہر شے کو ترک کر دیا جائے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہو۔ دینی تقاضوں کو ہر حال میں ترجیح اول بنایا جائے۔ رخصت کی بجائے عزیمت کا راستہ اختیار کیا جائے۔ اس طرز عمل سے کفر کا مقابلہ کرنے کا جذبہ پیدا ہوگا اور ایمان کی تر و تازگی اور مضبوطی پیدا ہوگی جو فتنوں سے بچائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

(۲) فکری ارتداد سے بچاؤ:

اس وقت لوگوں میں فکری اور عملی ارتداد پھیلایا جا رہا ہے۔ قرآن و حدیث کی من مانی تشریح کر کے بے عملی کے دروازے کھولے جا رہے ہیں۔ یہ انکار سنت و حدیث کا فتنہ ہے جو باطل کی سرپرستی میں بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے۔ یہ فتنہ ہمارے نوجوانوں اور پڑھے لکھے طبقے کے ایمان و یقین کو دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے۔ جدید تعلیم اور آوارہ ماحول نے ایمان کی بنیادوں کو پہلے ہی کھوکھلا کر دیا ہے۔ یہ طبقہ بڑی تیزی سے ایسے فتنہ گروں کا نشانہ بنتا جا رہا ہے۔ فکری طور پر گمراہ ان لوگوں کو میڈیا تک رسائی حاصل ہے جس کے ذریعے وہ لوگوں میں شک و تردد پھیلا کر انہیں ایمان سے محروم کر رہے ہیں۔ مزید برآں جو لوگ کفر کے رنگ میں رنگے جا چکے ہیں وہ فکری طور پر ارتداد کا شکار ہو چکے ہیں۔ یہی لوگ باطل کے لشکر کا ہراول دستہ ہوں گے۔ لہٰذا ایسے لوگوں کی فکر پر کڑی نگاہ رکھنی چاہیے اور ان کا ہر راستہ بند کر دیا جس سے وہ اپنے ایجنڈے پر عمل پیرا ہوں۔ آئندہ نسلوں کے ایمان کی حفاظت اس فتنے کی سرکوبی سے مشروط ہے۔

(۳) جھوٹی خبروں پر یقین نہ کرنا:

فتنہ دجال کا بڑا ہتھیار جھوٹ اور فریب ہے۔ آج پرنٹ، الیکٹرونک اور سوشل میڈیا پر جھوٹی خبروں، افواہوں اور من گھڑت باتوں کا بازار گرم ہے۔ جھوٹ کو بڑی مہارت سے سچ بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ سچے کو جھوٹا اور جھوٹے کا سچا دکھانا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ کسی شخص کو ہیرو بنا دینا اور کسی کو آسمان سے زمین پر پھینک دینا معمولی کھیل بن چکا ہے۔ جھوٹے سکینڈلز عام ہوتے جا رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات کی تحقیق کئے بغیر اسے آگے پہنچا دے۔ بعض جھوٹی باتوں کو قرآن و حدیث کی سند سے پھیلایا جا رہا ہے جن کی کوئی اصل نہیں ہوتی۔ دوسری طرف حق و باطل

کی جاری جنگ میں کفر کی کامیابی اور اسلام کی ناکامی کے غلط دعوے کئے جاتے ہیں تاکہ مسلمانوں میں مایوسی پھیلے۔ باطل قوتوں کا پروپیگنڈہ بے شمار لوگوں کے ذہنوں کو متاثر کر رہا ہے۔ ہر اس خبر کو فوری نشر کر دیا جاتا ہے جس سے ملک وملت اور دین وامت بدنام ہو۔ لہٰذا جھوٹی خبروں سے جس قدر اپنا دامن بچا لیں گے اسی قدر سکون اور عافیت میں آجائیں گے۔ ان شاء اللہ

(۴) دینی حلقوں سے ربط:

دینی حلقوں کے ساتھ جڑنے سے ایمان کی تازگی نصیب ہوتی ہے جس کی بدولت شیطانی اثرات میں کمی ہوتی ہے۔ صحبت صالحین، مساجد و مدارس، دروس قرآن، دینی مجالس اور جماعتی و تنظیمی زندگی اس ضرورت کو پورا کرتی ہیں۔ چنانچہ دینی شخصیات سے ربط و تعلق رکھا جائے اور دینی پروگرامز اور مجالس میں باقاعدگی سے شرکت کی جائے۔ ان ذرائع سے بابرکت ماحول ملتا ہے جس سے ایمان کی آبیاری ہوتی ہے اور فتنوں کے اثرات میں کمی واقع ہوتی ہے۔ اسی طرح مادیت پرستی اور فتنوں کے شکار لوگوں سے بھی ربط وضبط میں کمی کی جائے کیوں کہ صحبت اثر تو چھوڑتی ہے چاہے اچھی ہو یا بری۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ چنانچہ نیک و باکردار لوگوں سے تعلقات بڑھائے جائیں۔ خاص طور پر اپنے گھر کی خواتین اور بچوں کو فتنہ پرور خاندانوں اور گھروں سے بچا کر رکھیں تاکہ ان کے ایمان کی حفاظت ہو سکے اور وہ انفرادی و اجتماعی طور پر دین کے لئے کوئی مفید کردار ادا کر سکیں۔

(۵) دجالی معاشرے سے کنارہ کشی:

حدیث مبارکہ میں فتنوں کے عروج کے دور میں جنگلوں اور پہاڑوں پر گوشہ نشین ہونے کی ترغیب دی گئی ہے۔ گنجان آباد علاقے اور ترقی یافتہ معاشرہ فتنوں کا اصل مرکز اور ہدف ہیں۔ جو علاقے پسماندہ ہیں اور دور جدید کی سہولتوں سے محروم ہیں وہ فتنوں کے حوالے سے اتنی ہی عافیت میں ہیں۔ جہاں زندگی جتنی جدید اور تیز ہے وہاں فتنوں کی شدت ہوگی۔ جو معاشرہ مادیت پرستی اور دجالیت کا شکار ہو جائے اور آخرت سے منہ موڑ لے۔ جس معاشرے میں اجتماعی طور پر بگاڑ پیدا ہو چکا ہو اور بہتری کی امید باقی نہ رہے۔ جہاں شعائر دین کا مذاق اڑایا جاتا ہو۔ جہاں اخلاقیات کا جنازہ نکل چکا ہو اور انسان حیوانی سطح پر آ چکے ہوں۔ جہاں حرام خوری اور

بے حیائی عام ہو جائے تو پھر ایسے معاشرے عمومی عذاب کی لپیٹ میں آ جایا کرتے ہیں۔ایسے ماحول کی بھرپور اصلاح کی کوشش کی جائے۔جب اس کی کوئی امید باقی نہ رہے اور اپنا ایمان بھی خطرے میں محسوس ہو تو پھر ایسے ماحول سے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے۔پھر ایسے محلے اور شہر کو چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔اپنے ایمان کو بچانے کے لئے اصحابِ کہف کا اسوہ اختیار کیا جائے۔

(۶)امر بالمعروف ونہی عن المنکر:

معاشرتی بگاڑ کی ایک بڑی وجہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ذمہ داری سے غفلت ہے۔اس ذمہ داری کو ادا نہ کرنے کی وجہ سے اہل حق کمزور اور اہل باطل طاقت ور ہو جاتے ہیں۔ اس سے اہل ایمان کارنر(Corner) ہوتے چلے جاتے ہیں۔اس وقت برائی کا غلبہ ہے لیکن اس کو روکنے والے لوگ بہت کم ہیں۔رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق برائی کے خلاف دل سے نفرت، زبان سے اظہار اور قوت سے مقابلہ کرنا ایمان کی علامت ہے۔نیکی کی تلقین کے ساتھ ساتھ برائیوں سے منع کرنے سے دین کی تبلیغ مکمل ہوتی ہے۔ہر بندۂ مومن خدائی فوج کا سپاہی ہے۔اسے یہ ذمہ داری اپنی اپنی استطاعت اور دائرہ کار میں ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ برائی کے آگے بند باندھ کر ہی نیکی کی اشاعت کو تیز اور فتنوں کے اثرات کو کم کیا جا سکتا ہے۔اس سے انفرادی سطح وہ ایمان حاصل ہوگا جو فتنوں کو سمجھنے اور ان کا مقابلہ کرنے کی قوت دے گا۔دوسری طرف اس سے معاشرے کی تطہیر بھی ہو جائے گی جو کہ مسلسل زوال پذیر ہے۔

(۷)میڈیا زدگی سے بچاؤ:

میڈیا دجال کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔میڈیا کے منہ زور گھوڑے پر سوار ہو کر اس وقت باطل غلبہ حاصل کر رہا ہے۔لوگوں کو میڈیا کے ذریعے اپنی مرضی کے کلچر کا عادی بنایا جا رہا ہے۔ان کے ذہن بدلے جا رہے ہیں۔اہم باتوں سے بے توجہی برتی جا رہی ہے جبکہ غیر اہم باتوں کو زیادہ اہمیت دی جا رہی ہے۔مختلف ٹاک شوز اور پروگراموں کے ذریعے لوگوں کو ذہنی انتشار کا شکار کیا جا رہا ہے۔ایسے پروگراموں میں شرکت کرنے والی دینی شخصیات بھی اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے اس ایجنڈے کو آگے بڑھانے کا ذریعہ بن رہی ہیں۔مغرب زدہ طبقہ کو میڈیا کے ذریعے مسلط کیا جا رہا ہے۔گمراہ کن افراد کو لوگوں کے سامنے دین کا مبلغ بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔

دینی پروگرام میڈیا پر اول تو نہ ہونے کے برابر ہیں اور جتنے ہیں بھی وہ شر کے غالب آنے سے بے اثر ہیں۔ چنانچہ ناگزیر معاملات میں میڈیا سے تعلق رکھا جائے بصورت دیگر اس میں کمی کی جائے۔میڈیا کی باتوں کو حرف آخر نہ سمجھا جائے اور نہ آنکھیں بند کرکے ان پر یقین کیا جائے۔یہ تعلق ایمان کو خراب کرنے کے ساتھ ساتھ وقت کے ضیاع کا بھی ذریعہ بن رہا ہے۔

(۸) قدامت پسندی:

جدیدیت (Modernisation) کے عنوان سے ہونے والی تمام کوششیں گمراہ کن ہیں۔دین اسلام کا ایک ایسا ایڈیشن تیار کیا جا رہا ہے جو کفر کے لئے قابل قبول ہو اور جو ہر قسم کی گمراہی اور بگاڑ کے ساتھ مصالحت اختیار کرلے۔اس ایجنڈے کے تحت قدامت پسندی اور بنیاد پرستی کو گالی بنا دیا گیا ہے۔جدیدیت اور روشن خیالی کو رواج دیا جا رہا ہے۔اس فتنے کا مقابلہ کرنے کے لئے قدامت پسندی اختیار کی جائے اور اسلاف کے ساتھ تعلق مضبوط کیا جائے۔یہ تعلق ایمان کی تر و تازگی اور مضبوطی کا ذریعہ ہوگا۔ایسے سکالرز جو دین کی نت نئی تعبیریں کرتے ہیں ان کے گمراہانہ افکار سے بچا جائے۔ان میں سے بعض لوگ اپنی سادگی کی وجہ سے اس فتنے کا شکار ہو چکے ہیں۔بعض لوگ باقاعدہ تربیت یافتہ ہیں اور اس کی تنخواہیں پاتے ہیں۔ان کا ایجنڈہ ہی لوگوں کی گمراہی ہے۔ایسے لوگ دین اسلام کی بنیادیں کمزور کر کے دجالیت کی راہیں آسان کر رہے ہیں۔اس معاملے میں خود چوکنا رہنے اور دوسروں کو آگاہ کرنے کی ضرورت ہے۔

V. سیاسی سطح پر

(ا) باطل نظام سے نفرت:

باطل نظام اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت پر مبنی ہے اور دجالیت کا محافظ ہوتا ہے۔اسلام کے عادلانہ نظام کے راستے میں باطل نظام رکاوٹ بنتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اہل ایمان کو دجال سے نفرت اور بغاوت کی ترغیب دی ہے۔اس لئے باطل نظام کو نہ ذہناً قبول کیا جائے اور نہ اس کے ساتھ کسی قسم کی مصالحت کی جائے۔اس نظام میں پھلنے پھولنے اور ترقی کرنے کی بجائے اس سے کم سے کم فائدہ اٹھایا جائے۔اپنی صلاحیتوں کو اس نظام کی خدمت و چاکری اور مضبوطی کا ذریعہ نہ بننے دیا جائے۔اس سے نفرت اور بیزاری کا اظہار

ایمان کی نشانی ہے۔ یہ طرز عمل انسان کے قول وفعل سے نمایاں نظر آنا چاہیے۔ اپنے اوقات کار، وسائل اور صلاحیتیوں کا بہترین اور زیادہ تر حصہ باطل نظام کو بدلنے اور اسلام کے عادلانہ نظام کو قائم کرنے کے لیے لگایا جائے۔ یہ طرز عمل انسان کے ایمان اور عمل صالح کی حفاظت کا ذریعہ ہوگا۔ان شاءاللہ

(۲) نظام خلافت کا قیام:

باطل نظام اس وقت پوری دنیا میں چھایا ہوا ہے۔اس نظام میں انفرادی زندگی میں اپنے عقیدے،عبادات اور رسومات پر عمل کرنے آزادی ہوتی ہے۔اجتماعی زندگی میں معاشرت، معیشت اور سیاست سے دین بے دخل ہو جاتا ہے۔اس طرح زندگی کے یہ شعبے ہوس پرست لوگوں کے ہاتھوں میں چلے جاتے ہیں۔آج سیکولرازم کی صورت میں پورے کرہ ارضی پر ایک شیطانی نظام قائم ہو چکا ہے۔ایک طرف خودساختہ قوانین بنا کر لوگوں کو شرعی نظام اور اس کی برکات سے دور کر دیا گیا ہے تو دوسری طرف انسانوں کا بنایا ہوا ظلم واستحصال کا بدترین نظام وجود میں آ چکا ہے۔اس نظام نے جہاں لوگوں کی دنیاوی زندگی اجیرن کر دی ہے وہاں انہیں آخرت سے بھی دور کر دیا ہے۔چنانچہ باطل نظام کو بدل کر اسلامی نظام قائم کرنا دینی تقاضا بھی ہے اور اللہ تعالیٰ سے وفاداری کی علامت بھی۔اس سے انسانیت کو سکھ کا سانس ملے گا جو ظلم وستم کی چکی میں پس رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا ماحول بھی نصیب ہوگا۔ان شاءاللہ

(۳) کفر سے مقابلے تیاری:

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار کا مقابلہ کرنے کے لئے بھرپور جنگی تیاری کرنے اور اس کے لئے ہر قسم کے وسائل مہیا کرنے کا حکم دیا ہے۔قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے اس حکم پر عمل کیا اور یوں اسلام دنیا کے ایک بہت بڑے حصے پر نظام کی صورت میں قائم ہوا۔اس کے بعد مسلمانوں نے اس سے غفلت کا مظاہرہ کیا اور اس سے لاپرواہی برتی۔آج کفر کی ہوش ربا ترقی اور ٹیکنالوجی کے سامنے امت مسلمہ حیران وپریشان ہے۔عالم کفر سیکولر اور مذہب بیزار ہے اور وہ غیبی حقائق کو بھی نہیں مانتے لیکن اس کے باوجود انہوں آنے والے دور کی عظیم جنگوں کی بھرپور تیاری کی ہوئی ہے۔مسلمان دشمن ممالک میں مردوخواتین (باقی بر صفحہ 20)

سائنس اور مذہب میں مقاربت ومغایرت

سائنسی نظریات کا تجزیاتی مطالعہ اور اس کے اثرات

انجینئر فیضان حسن
(پی ایچ ڈی سکالر، فیصل آباد)

(ب) آئن سٹائن کا نظریۂ اضافت

نظریۂ اضافت کے متعلق تمام تر تفصیلی معلومات اور نکات کو چونکہ باب دوم کی فصل اوّل، جز 'ب' میں تفصیلاً بیان کیا گیا ہے، لہٰذا مقالے کے اس حصے میں نظریۂ اضافت کا تجزیاتی مطالعہ، اضافت اور مسئلہ تقدیر کو از روئے قرآن بیان کیا جائے گا اور بگ بینگ (big bang) سے پہلے کی دنیا حقیقت زمان ومکان کو بیان کیا جائے گا۔ ان تمام تر تفصیلات سے پہلے نظریۂ اضافت کا مختصراً تعارف درج ذیل ہے:۔

1۔ اضافت کا نظریۂ عمومی:

شہرۂ آفاق سائنسدان البرٹ آئن سٹائن (1879ء تا 1955ء) نے 1915ء میں اضافیت کا نظریۂ عمومی (Theory of general relativity) پیش کیا جس کے تحت اس نے کائنات میں موجود قوتِ تجاذب (Gravitation) خلاء (Space) اور وقت (Time) کے درمیان ایک تعلق پیدا کیا۔ اس نظریۂ اضافت نے بہت سارے طبعی مظاہر کی تشریح کی مثلاً روشنی قوتِ تجاذب سے متاثر ہوتی ہے۔ جو کہ بہت زیادہ تجربات سے ثابت ہو چکا ہے۔ مزید برآں یہ

نظریہ کائنات کے پھیلاؤ کو سمجھنے میں بھی معاون ثابت ہوا ہے۔

2۔حقیقت زمان ومکان اور بگ بینگ سے پہلے کی دنیا:

بگ بینگ (big bang) سے پہلے کی دنیا لازمانی (Time less) اور لا مکانی (Space less) دنیا تھی جن کی مخلوقات بھی زمان ومکان کی قیود سے آزاد فرشتے، جنات اور الرواح تھیں، جلدی تغیر پذیر چیزوں پر وقت تیزی سے گزرتا ہے۔اور وہ چیزیں جن میں تبدیلی سست رو ہے ان پر وقت آہستہ گزرتا ہے۔یعنی وقت کے پیمانے کا انحصار تبدیلی کے عمل پر ہے۔مثلاً کلاک پر ٹائم کا شمار سوئیوں کی حرکت میں تبدیلی پر منحصر ہے۔اگر کسی چیز میں تبدیلی روک دی جائے تو اس پر وقت بھی رک جاتا ہے۔(معراج النبی ﷺ کی رات کو بھی یہی عمل ہوا تھا کہ وقت رک گیا تھا) بہرحال وقت کی حقیقت تبدیلی ہے چونکہ اللہ تبارک تعالیٰ کی ذات میں تبدیلی ناممکن ہے۔وہ صمد اور حیی القیوم ہے اس پر وقت نہیں گزرتا بلکہ وقت زمانہ اس (اللہ) سے ہے اس کے علاوہ سب کچھ تغیر پذیر ہے۔

مکان (Space) کی حقیقت وجود کا پھیلاؤ ہے۔وجود جب حالتِ صفر میں تھا تو وہ اس کی لامکانی (Space less) حالت تھی۔چونکہ مادہ کا وجود مکان (Space) سے مشروط ہے۔اس لیے لامکانی دنیا کی مخلوق صرف روحانی مخلوق ہی ہوسکتی ہے۔یعنی لازمانی اور لامکانی دنیا ایک روحانی دنیا ہے جس میں موجود مخلوقات بھی صرف غیر مادی اور غیر فانی ہی ہوسکتی ہے۔ مثلاً خالص طاقت (Pure Force) فرشتے، جنات اور ارواح، یوں جنت اور دوزخ بھی لازمانی اور لامکانی دنیائیں ہیں جہاں ہر چیز اپنی حالت میں تغیر سے پاک قائم ودائم رہتی ہے کوئی بوڑھا نہیں ہوتا کوئی مرتا نہیں سدا ایک سی حالت۔ہماری اس کائنات سے پہلے بھی یہی حالت تھی اس کے بعد بھی یہی ہوگی۔اس لیے اصل دنیا لازمانی اور لامکانی (Metaphysical) ہی ہے جبکہ جسمانی کائنات تغیر کا نام ہے۔زمان ومکان (Time and space) دراصل باطنی حقیقت کے لیے اظہار کا ذریعہ ہیں۔حقیقت اولیٰ نے جب چاہا کہ میں اظہار کروں تو اس نے زمان ومکان کو کھول دیا۔

3۔زمان (Time) کا ادراک:

وہ ادراک جسے ہم زمان کہتے ہیں وہ دراصل ایک ایسا طریقہ ہے جس کے ذریعے ایک لمحے کا موازنہ دوسرے لمحے سے کیا جاتا ہے۔ہم اس کی تشریح ایک مثال سے کرسکتے ہیں۔

''جب ایک شخص کسی شے کو ہاتھ سے تھپتھپاتا ہے تو اسے ایک خاص آواز سنائی دیتی ہے۔وہ شخص اسی شے کو پانچ منٹ بعد تھپتھپائے گا تو اسے ایک خاص آواز سنائی دیتی ہے۔وہ شخص اسی شے کو پانچ منٹ بعد تھپتھپائے گا تو ایک اور طرح کی آواز آئے گی''۔

مندرجہ بالا مثال میں وہ شخص یہ سمجھتا ہے کہ پہلی آواز اور دوسری آواز کے درمیان ایک وقفہ ہے اور وہ اس وقفے کو زمان کا نام دیتا ہے مگر جس وقت وہ دوسری آواز سنتا ہے تو پہلی آواز اس کے ذہن میں ایک تصور کے طور پر موجود تھی۔ یہ اس کے حافظے میں معلومات کا چھوٹا سا حصہ تھا۔ وہ شخص جس لمحے میں زندہ ہوتا ہے وہ اسے اپنے حافظے میں محفوظ یاد کے ساتھ موازنہ کرکے زمان کے ادراک کو تشکیل دیتا ہے۔اگر وہ یہ موازنہ نہیں کرتا تو زمان کا ادراک نہیں ہوگا۔

زمان(Time) اس موازنے کے نتیجہ میں دراصل وجود میں آتا ہے جو دماغ میں ذخیرہ شدہ کچھ سرابوں کے درمیان کیا جاتا ہے۔اگر انسان کی یاداشت نہ ہوتی تو پھر اس کے دماغ نے اس قسم کی تصریحات نہ کی ہوتیں اور یوں زمان کا ادراک کبھی نہ ہوسکتا۔ایک انسان یہ کیوں فیصلہ کرلیتا کہ وہ 30 سال کا ہوگیا ہے اس لیے کہ ان 30 برسوں سے متعلق معلومات اس کے ذہن میں جمع ہو جاتی ہیں اگر اس کا حافظہ کام نہ کرتا تو وہ اس گزرے ہوئے اس وقت کی موجودگی کے بارے میں کبھی نہ سوچتا اور وہ صرف اس لمحے کے تجربے سے گزر رہا ہوتا جس میں وہ زندگی گزار رہا تھا۔

4۔لازمانیت (Time less) کی سائنسی توجیہ:

زمان (Time) کے موضوع پر اس حوالے سے کہ 'وہ (زمان) پیچھے کی جانب بہتا ہے'، مشہور دانشور اور نوبل انعام یافتہ پروفیسر شعبہ جینیات FRANCOIS TACOB اپنی کتاب "Le T eu D es P ossibles (The Possible & The Actual)" میں لکھتا ہے:

''فلمیں پیچھے کی جانب چلتی تھیں، جس سے ہمیں ایک ایسی دنیا کا تصور ملا جس میں

جدا کر لیتا ہے
روشنی کی لہریں
رکز ثقل میں جمع

جاتا ہے۔اور
پانی سے باہر
ماغ کا عمل اور
اپنا کام جاری
ویسی ہی دکھائی

لیے دنیا اس
ھتے ہیں کہ وقت
تشکیل پاتا ہے
کتے کہ وقت کس
کہ ''وقت ایک

کے ایک بہت

(TI ''کائنات

کو بھی مسترد کیا
بہہ کر لامحدود
انسان کی اس
نے سے متعلق

ہوتی ہے۔ جو ادراک کی ایک شکل ہے۔ جس طرح مکان (Space) مادی اشیاء کی ممکنہ ترتیب کا نام ہے اسی طرح زمان (Time) واقعات کی ممکنہ ترتیب کو کہا جاتا ہے۔

زمان کی موضوعیت کو آئن سٹائن کے اپنے الفاظ میں بہترین طور پر بیان کیا گیا ہے۔

ایک فرد کے تجربات واقعات کی ممکنہ ترتیب کی صورت میں ہمارے سامنے آتے ہیں۔ ان سلسلہ وار واقعات میں سے ہم ان واقعات کو یاد رکھتے ہیں جو 'پہلے' اور 'بعد' کی ترتیب کے لحاظ سے ظاہر ہوتے ہیں۔ ایک فرد کے لیے ایک ''میں زمان (I-Time) یا موضوعی زمان ہوتا ہے۔ یہ بذاتِ خود قابلِ پیمائش نہیں ہے۔ میں تعداد کو واقعات کے ساتھ وابستہ کر سکتا ہوں۔ وہ اس طرح کے بڑے ہندسے کو بعد کے واقعہ کے ساتھ بجائے شروع کے واقعہ کے ساتھ منسوب کیا جائے''۔

آئن سٹائن نے خود اس طرف اشارہ کیا جیسا کہ Barnette کی کتاب کے اس اقتباس سے پتہ چلتا ہے کہ ''مکان و زمان، وجدان اور ادراک کی شکلیں ہیں جن کو اس طرح شعور اور آگاہی سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا جس طرح ہمارے رنگ شکل یا جسامت کے ہمارے قیاسات وادراک کو نظریۂ عمومی اضافیت کے مطابق واقعات کی ترتیب سے ہٹ کر زمان کا کوئی آزاد وجود نہیں جس سے ہم اس کی پیمائش کرتے ہیں''۔

زمان چونکہ قیاسات اور ادراک پر مشتمل ہوتا ہے اس لیے یہ مکمل طور پر مدرک (Perceiver) پر منحصر ہے اور اس لیے یہ اضافی ہے۔ وہ رفتار جس کے ساتھ وقت بہتا ہے وہ جن حوالوں کو ہم استعمال کرتے ہیں ان کے مطابق مختلف ہے اس لیے کہ انسانی جسم کے اندر کوئی ایسی قدرتی گھڑی نہیں ہے جو صحیح صحیح یہ بتا سکے کہ وقت کس قدر تیزی سے گزر رہا ہے۔

جیسا کہ لنکن بارنٹ (Lincoln Barnett) نے لکھا ہے کہ جس طرح آنکھ کے بغیر رنگ کچھ بھی نہیں جو اسے دیکھتی ہے اسی طرح ایک لمحہ یا ایک گھنٹہ یا ایک روز اس وقت تک کچھ بھی نہیں جب تک ایک واقعہ ان کی نشاندہی کرنے کے لیے نہ ہو۔

اضافیت زمان کا صحیح صحیح تجربہ خوابوں میں ہوتا ہے۔ حالانکہ خواب میں ہم جو کچھ دیکھتے ہیں لگتا ہے کہ وہ کئی گھنٹوں پر محیط ہوتا ہے لیکن دراصل یہ چند منٹوں کی بات ہوتی ہے اور کبھی کبھی یہ

خواب چند سکینڈوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اضافیت زمان ایک سائنسی حقیقت ہے جسے سائنسی اصولیات بھی ثابت کر چکا ہے۔

آئن سٹائن کا نظریہ عمومی اضافیت بتاتا ہے کہ ''وقت کی رفتار کسی شے کی اپنی رفتار اور مرکز ثقل سے اس کے فاصلے کے مطابق بدل جاتی ہے۔ جوں جوں رفتار بڑھتی ہے وقت مختصر ہوتا جاتا ہے اور سمٹتا جاتا ہے۔ پھر وہ سست پڑ جاتا ہے۔ جیسے تھم جانے پر آ گیا ہو''۔

اس بات کی وضاحت آئن سٹائن ہی کی ایک مثال کے ذریعے کرتے ہیں۔ دو جڑواں بھائیوں کا تصور کیجیے جن میں سے ایک زمین پر رہتا ہے جبکہ دوسرا روشنی کی رفتار کے برابر رفتار کے ساتھ خلا میں سفر کرتا ہے۔ وہ جب واپس خلاء سے زمین پر پہنچتا ہے تو دیکھتا ہے کہ اس کا بھائی جو زمین پر تھا اس سے زیادہ بڑا ہو گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص روشنی کی رفتار کے ساتھ خلاء میں سفر کرتا ہے وہاں وقت بہت سست رفتاری کے ساتھ گزرتا ہے۔ اگر یہی مثال ایک خلاء میں سفر کرنے والے باپ اور اس کے زمین پر رہنے والے بیٹے کے بارے میں دی جائے تو باپ سفر پر جاتے وقت اگر 27 برس کا تھا اور بیٹا 3 سال کا تو باپ جب زمین پر واپس آتا ہے تو 30 سال بعد زمینی وقت کے مطابق بیٹا 33 برس کا ہوگا مگر باپ صرف 27 برس کا۔

مندرجہ بالا مثال میں یہ اضافیت زمان گھڑی کی رفتار کی تیزی یا سستی کی وجہ سے پیدا نہیں ہوئے نہ ہی یہ کسی مکینیکل سپرنگ کے کم رفتار کے ساتھ چلنے کی وجہ سے ایسا ہوا ہے بلکہ یہ تو پورے مادی نظام کی کارکردگی کے مختلف دورانیے کے نتیجہ میں ہوا ہے جو اس قدر گہرائی تک چلا جاتا ہے جس قدر ذیلی جوہری ذرے جاتے ہیں دوسرے لفظوں میں وقت کا مختصر ہونا اس طرح نہیں جیسے کم حرکت پر چلنے والی وہ فلم جسے کوئی شخص دیکھ رہا ہو ایسی ترکیب کے دوران جس میں وقت مختصر ہو جاتا ہے، دل دھڑکنے لگتا ہے، خلیوں میں گونج سنائی دیتی ہے دماغ کام کرنے لگتا ہے وغیرہ وغیرہ یہ سب زمین پر سست رفتاری سے چلنے والے انسان سے کہیں زیادہ سست رفتاری سے چلتے ہیں۔ ایک شخص روزمرہ زندگی کے معمولات جاری رکھتا ہے اور اسے وقت کے مختصر ہو جانے کا قطعاً احساس نہیں ہوتا۔ وقت کے اختصار کا پتا ہی نہیں چلتا جب تک موازنہ نہ کیا جائے۔

5۔ قرآن اور نظریہ اضافت:

جدید سائنسی دریافتوں سے ہم جس نتیجہ پر پہنچے ہیں وہ یہ ہے کہ ”وقت ایک مطلق حقیقت نہیں ہے جیسا کہ مادہ پرست سمجھتے ہیں، بلکہ یہ ایک اضافی ادراک ہے“۔

زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ حقیقت سائنس نے 20ویں صدی میں دریافت کی لیکن قرآن نے اسے چودہ صدیاں قبل بنی نوع انسان تک پہنچا دیا تھا۔ اضافیت زمان کے متعلق قرآن میں کئی حوالے موجود ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ ہم اس سائنسی ثبوت والی حقیقت کو دیکھ سکیں کہ وقت ایک ایسا نفسیاتی ادراک ہے جس کا انحصار واقعات، ترکیب اور حالات پر ہے اس کا ذکر قرآن حکیم کی بہت سی سورتوں میں آیا ہے۔ مثال کے طور پر قرآن بتاتا ہے کہ انسان کی ساری زندگی بے حد مختصر ہے۔

1۔ يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّونَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيلًا (اسراء:52)

”جس دن وہ تمہیں پکارے گا تو تم اس کی تعریف کے ساتھ جواب دو گے اور خیال کرو گے کہ تم (دنیا میں) بہت کم (مدت) رہے“۔

چند قرآنی سورتوں میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ لوگ وقت کا ادراک مختلف طریقے سے کرتے ہیں اور کبھی کبھار تو وہ ایک مختصر سے وقت کو بڑا طویل سمجھ بیٹھے ہیں۔ ذیل میں آیت مبارکہ میں یوم حشر کی گفتگو کو یوں بیان کیا گیا ہے:

2۔ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِى الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ O قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ O قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ O (المومنون: 114)

”(خدا) پوچھے گا کہ تم زمین میں کتنے برس رہے؟ وہ کہیں گے کہ ہم ایک روز یا ایک روز سے بھی کم رہے تھے، شمار کرنے والوں سے پوچھ لیجیے (خدا) فرمائے گا کہ (وہاں) تم (بہت ہی) کم رہے۔ کاش تم جانتے ہوتے“۔

3۔ سورۃ الحج آیت 47 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ O

''اور (یہ لوگ) تم سے عذاب کے لئے جلدی کر رہے ہیں اور خدا اپنا وعدہ ہرگز خلاف نہیں کرے گا۔ اور بے شک تمہارے پروردگار کے نزدیک ایک روز تمہارے حساب کے رو سے ہزار برس کے برابر ہے''۔

4۔ سورۃ المعارج آیت نمبر 04 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ

''جس کی طرف روح (الامین) اور فرشتے چڑھتے ہیں (اور) اس روز (نازل ہوگا) جس کا اندازہ پچاس ہزار برس کا ہوگا''۔

یہ تمام آیات مبارکہ اضافیت زمان کی تشریح کرتی ہیں سائنس اس حقیقت کو 20 ویں صدی میں سمجھ سکی جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسے 1400 سال قبل قرآن میں بتا دیا تھا۔ یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ قرآن اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اور وہی ذات باری تعالیٰ زمان و مکان پر محیط ہے۔

قرآن پاک کی دوسری بہت سی سورتوں میں بتایا گیا ہے کہ زمان ایک ادراک ہے۔ یہ بطورِ خاص قصص میں عیاں ہے۔ مثال کے طور پر اللہ نے اصحابِ کہف کو غار کے اندر محفوظ رکھا۔ یہ ان ایمان والوں کا گروہ تھا جو قرآن کے مطابق 300 سال سے زائد عرصے تک گہری نیند میں رہے جب ان کو اللہ نے بیدار کیا تو وہ سمجھے کہ وہ تھوڑی دیر کے لیے سوئے ہیں۔ وہ یہ اندازہ ہی نہ لگا سکے کہ وہ کتنی مدت تک سوئے رہے تھے۔ اس بات کا تذکرہ اللہ نے سورۃ الکہف میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے:

فَضَرَبْنَا عَلَى آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًاO ثُمَّ بَعَثْنَاهُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصَى لِمَا لَبِثُوا أَمَدًاO

''تو ہم نے غار میں کئی سال تک ان کے کانوں پر (نیند کا) پردہ ڈالے (یعنی ان کو سلائے) رکھا پھر ان کو جگا اٹھایا تا کہ معلوم کریں کہ جتنی مدت وہ (غار میں) رہے دونوں جماعتوں میں سے اس کی مقدار کس کو خوب یاد ہے''۔

اصحابِ کہف کو نیند سے بیدار کرنے کے بعد وقت کے متعلق کہ وہ کتنا عرصہ غار میں سوئے رہے۔ اس بات کا تذکرہ اللہ نے سورا الکہف کی آیت 19 میں یوں فرمایا ہے:

6۔ وَكَذٰلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَاۗءَلُوا بَيْنَهُمْ قَالَ قَاۗئِلٌ مِنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالُوا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ

''اوراس طرح ہم نے ان کو اٹھایا تا کہ آپس میں ایک دوسرے سے دریافت کریں۔ ایک کہنے والے نے کہا کہ تم (یہاں) کتنی مدت رہے؟ انہوں نے کہا کہ ایک دن یا اس سے بھی کم۔انہوں نے کہا کہ جتنی مدت تم رہے ہوتمہارا پروردگار ہی اس کوخوب جانتا ہے۔

اسی طرح اضافیت زمان کا تذکرہ قرآن میں اللہ نے سورۃ البقرہ میں حضرت عزیر علیہ السلام قصے میں بھی بیان فرمایا ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام کوطویل عرصہ مردہ حالت میں رکھا لیکن دوبارہ جی اُٹھنے کے بعد اُنھیں محسوس ہوا کہ وہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ وہاں رہے ہیں اس واقعہ کا تذکرہ اللہ نے یوں ذکرفرمایا ہے:

7۔ أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوشِهَا قَالَ أَنّٰى يُحْيِي هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ إِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ إِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِلنَّاسِ وَانْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ O (البقرۃ:259)

''یا اسی طرح اس شخص کو (نہیں دیکھا) جسے ایک گاؤں میں جو اپنی چھتوں پر گرا پڑا تھا گزر ہوا۔ تو اس نے کہا کہ خدا اس (کے باشندوں) کو مرنے کے بعد کیونکر زندہ کرے گا۔ تو خدا نے اس کی روح قبض کر لی (اور) سو برس تک (اس کو مردہ رکھا) پھر اس کو جلا اُٹھایا اور پوچھا تم کتنا عرصہ (مرے) رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ ایک دن یا اس سے بھی کم۔ خدا نے فرمایا (نہیں) بلکہ سو برس (مرے) رہے ہو۔ اور اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ (اتنی مدت میں مطلق) سڑی بسی نہیں اور اپنے گدھے کو بھی دیکھو (جو مرا پڑا ہے)۔ غرض (ان باتوں سے) یہ ہے کہ ہم تم کو لوگوں کے لیے (اپنی قدرت کی) نشانی بنائیں اور (ہاں گدھے) کی ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم ان کو کیونکر جوڑے دیتے اور اُن پر (کس طرح) گوشت پوست چڑھا دیتے ہیں۔ جب یہ واقعات اس کے مشاہدے میں آئے تو بول اُٹھا کہ میں یقین کرتا ہوں کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے''۔

درج بالا آیتِ مبارکہ اس بات پر صاف صاف زور دیتی ہے کہ وہ اللہ جس نے وقت تخلیق کیا اس نے اسے حدود کا پابند نہیں رکھا۔ دوسری طرف انسان وقت کا پابند بنا دیا جاتا ہے اور ایسا اللہ کے حکم سے ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت میں ذکر ہے انسان تو یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ کتنی دیر نیند میں رہا اس صورتِ حال میں یہ دعویٰ کرنا کہ وقت مطلق ہے، یہ نہایت غیر منطقی بات ہوگی۔

6۔ تقدیر اور اضافیت زمان:

''اضافیت زمان'' ایک نہایت اہم مسئلے کو واضح کر دیتی ہے۔ یہ اضافیت اتنی متنوع ہوتی ہے کہ ایک عرصہ وقت جو ہمیں کئی بلین برسوں پر مشتمل نظر آتا ہے۔ ایک اور جہت میں ایک واحد سکینڈ میں گزر جاتا ہے۔ مزید یہ کہ ایک وسیع وقت جو ابتدائے کائنات سے لے کر اس کے اختتام تک پھیلا ہوا ہے ایک دوسری جہت میں ممکن ہے کہ ایک سکینڈ بلکہ ایک لمحے سے زیادہ نہ ہو۔ یہ نظریہ تقدیر کا نچوڑ ہے جو ایک ایسا نظریہ ہے جسے بہت سے لوگ سمجھتے نہیں ہیں، خصوصاً وہ مادہ پرست جو اس سے مکمل انکار کرتے ہیں۔ تقدیر ماضی و مستقبل کے تمام واقعات کا مکمل علم ہے جسے اللہ کی ذات جانتی ہے لوگوں کی اکثریت یہ سوال کرتی ہے کہ ''جو واقعات ابھی پیش ہی نہیں آئے اللہ انھیں پہلے سے کیسے جان سکتا ہے'' اور یہ بات انھیں تقدیر کے استناد کو سمجھنے میں ناکام بنا دیتا ہے۔ تاہم وہ واقعات جو ابھی وقوع پذیر نہیں ہوئے وہ صرف ہمارے لیے وقوع پذیر نہیں ہوئے۔ اللہ زمان و مکان کا پابند نہیں ہے کیونکہ اس نے تو اُنھیں خود تخلیق کیا ہے۔ اسی وجہ سے ماضی، مستقبل اور حال اللہ کے لیے یکساں ہیں۔ اس کے لیے ہر بات ہو چکی اور ختم ہو گئی ہے۔

لنکن بارنٹ اپنی کتاب ''کائنات اور ڈاکٹر آئن سٹائن'' میں اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ نظریہ عمومی اضافیت کیسے اس حقیقت تک پہنچ جاتا ہے۔

بارنٹ کے خیال میں اس کائنات کا پوری شان و شوکت سے صرف ایک وسیع ذہانت کے ساتھ احاطہ کیا جا سکتا ہے۔ وہ ارادہ جسے بارنٹ نے وسیع ذہانت اور عقل و دانش کا نام دیا ہے، وہ اللہ کی دانائی اور علم ہے۔ وہ ذات جو پوری کائنات پر محیط ہے۔ جس طرح ہم ایک حکمران کی حکومت کے آغاز، وسطی زمانے اور اختتام کو آسانی کے ساتھ دیکھ سکتے ہیں۔ اور ان کی درمیانی اکائیوں کو بھی ہم مجموعی طور پر دیکھتے ہیں۔ اللہ اس وقت کو آغاز سے انتہا تک ایک واحد لمحے کی

مانند جانتا ہے۔ جس کے ہم زندانی ہیں لوگوں کو مختلف واقعات اپنے اپنے وقت پر پیش آتے ہیں اور اس وقت وہ اس تقدیر کو دیکھتے ہیں جو اللہ نے ان کے لیے تخلیق کر دی ہے۔

تقدیر اللہ کا ازلی وابدی علم ہے اور یہ اللہ کے لیے ہے جو وقت کو ایک واحد ثانیے کی مانند جانتا ہے۔ جو تمام زمان ومکان پر حاوی ہے۔ ہر شے کا فیصلہ کر دیا گیا ہے اور اسے تقدیر میں رکھ دیا گیا ہے۔ مستقبل میں جو واقعات ہمارے ساتھ پیش آنے والے ہیں ان کا ذکر قرآن پاک میں اس طرح کیا گیا ہے کہ گویا وہ وقوع پذیر ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ وقت کی اضافیت کے دائرہ کا پابند نہیں ہے جس میں ہم پابند ہیں۔ اللہ نے ان تمام چیزوں کا ارادہ لازمانیت میں فرمایا ہے۔ ہر وہ واقعہ خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا اللہ کے علم میں ہے اور اس کا اندراج ایک کتاب میں ہو چکا ہے۔

سورۂ یونس آیت نمبر 61 میں اس بات کو یوں ذکر کیا گیا ہے:

وَ مَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَ مَا تَتْلُو مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ وَ لَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ وَ مَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَاءِ وَ لَا أَصْغَرَ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ٥

''اور تم جس حال میں ہوتے ہو یا قرآن میں کچھ پڑھتے ہو یا تم لوگ کوئی (اور) کام کرتے ہو جب اس میں مصروف ہوتے ہو ہم تمہارے سامنے ہوتے ہیں اور تمہارے پروردگار سے ذرہ برابر بھی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے نہ زمین میں نہ آسمان میں اور نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی ہے یا بڑی مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے۔

7۔ مادہ پرستوں کی پریشانی:

مادہ اور وقت ایک ایسا ادراک ہے جو ایک مادہ پرست میں ڈر اور خوف پیدا کر دیتا ہے۔ کیونکہ یہی وہ واحد خیال ہے جو اس کے ذہن میں بطور مطلق چیزوں کے آتا ہے۔ ایک لحاظ سے وہ انھیں بتوں کے طور پر تصور کرتا ہے جن کی پرستش کی جانی چاہئے۔ ایسا وہ اس لئے کرتا ہے کیونکہ اس کے خیال میں اسے مادے اور وقت سے (بذریعہ ارتقاء) تخلیق کیا گیا ہے۔ جب وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ جس کائنات میں وہ زندگی گزار رہا ہے وہ، یہ دنیا، اس کا اپنا جسم، دوسرے لوگ

اور دیگر مادہ پرست فلسفی جن کے نظریات نے اسے متاثر کیا ہے اور مختصراً یہ کہ ہر شے ایک ادراک ہے تو اس پر ان سب کی دہشت طاری ہو جاتی ہے۔ ہر وہ شے جس پر وہ انحصار کرتا ہے۔ جس میں وہ یقین رکھتا ہے۔ اور جس میں وہ پناہ لیتا ہے یا جس کی طرف رجوع کرتا ہے اچانک غائب ہو جاتی ہے۔ اسے مایوسی ہوتی ہے۔ ایسی ہی مایوسی کفار کو آخرت میں بھی محسوس ہوگی جس کا ذکر اللہ نے سورۃ النحل میں یوں فرمایا ہے:

وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ۣ السَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ○ (النحل: 87)

''اور اس دن خدا کے سامنے سرنگوں ہو جائیں گے اور جو طوفان وہ باندھا کرتے تھے سب ان سے جاتا رہے گا''۔

8۔ مومنین کی منفعت:

جہاں یہ حقیقت مادہ پرستوں کو پریشان کر دیتی ہے کہ ''مادہ اور وقت ایک ادراک ہے'' اس کے برعکس یہ مومنین کے لیے اپنے اندر ایک سچائی رکھتی ہے۔ ایمان والے اس وقت بے حد خوش ہوتے ہیں جب ان کو مادے کے پیچھے چھپی حقیقت کا ادراک ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ حقیقت تمام سوالات کی کنجی ہے۔ اس کلید سے تمام رازوں کے قفل کھولے جاتے ہیں۔ وہ بہت سی باتیں جنہیں سمجھنے میں ایک شخص کو دقت ہوتی تھی۔ اب آسانی سے سمجھ میں آ جاتی ہیں۔ مثلاً جنت، جہنم، موت، حیات بعد الموت، وغیرہ وغیرہ جب ''لامکانیت'' سمجھ میں آ جاتی ہے تو یہ بھی سمجھ میں آ جاتا ہے کہ ہر چیز ایک واحد لمحے میں واقع ہوتی ہے، کسی چیز کا انتظار نہیں کرنا پڑتا اور وقت گزرنہیں جاتا اس لئے کہ ہر بات پہلے ہی ہو چکی اور اختتام کو پہنچ چکی ہے۔ یہ بات اگر ایک مومن کو سمجھ آ جائے تو اُس کی تمام مادی پریشانیاں تفکرات اور ڈر غائب ہو جاتے ہیں۔

انسان اس حقیقت کو پالیتا ہے کہ پوری کائنات کا حاکم اعلیٰ ایک ہی ذات ہے وہ جس طرح چاہتا ہے اس پوری طبعی دنیا کو تبدیل کرتا ہے اور انسان کو صرف یہ کرنا ہے کہ وہ اس ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور پوری طرح خود کو اسی کے کام کے لیے وقف کر دے۔ اس راز کو پالینا دنیا کی سب سے بڑی منفعت ہے۔ اس راز سے کہ اللہ تمام کائنات کا حاکمِ اعلیٰ ہے اور وہ اس مادی دنیا میں تمام تر تصرفات کا اختیار رکھتا ہے۔ اس کے ذریعے ایک اور حقیقت ہم پر

آشکار ہوتی ہے جس کا اللہ قرآن میں یوں تذکرہ فرماتا ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ○ (ق:16)

''اور ہم ہی نے انسان کو پیدا کیا ہے اور جو خیالات اس کے دل میں گزرتے ہیں ہم ان کو جانتے ہیں اور ہم اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں''۔

ہر انسان جانتا ہے کہ رگِ گردن انسانی جسم کے اندر ہوتی ہے تو پھر اس سے زیادہ اس سے قریب اور کیا ہو سکتا تھا؟ اس صورتحال کی لامکانیت کی حقیقت کے ذریعے آسانی سے وضاحت کی جا سکتی ہے۔ اس راز کو سمجھنے کے بعد اس آیتِ قرآنی کو مزید بہتر طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ ایک واضح سچائی ہے کہ اللہ سے زیادہ انسان کا کوئی بھی معاون و مددگار، سہارا اور فراہم کنندہ نہیں ہے۔ کچھ بھی نہیں ہے سوائے اللہ کی ذات کے۔ وہی ذاتِ واحد مطلق ہے جس کی پناہ ڈھونڈی جا سکتی ہے، جس سے مدد کی درخواست کی جا سکتی ہے اور انعام و اکرام کے لیے جس کی طرف نگاہ اٹھائی جا سکتی ہے۔ ہم جس سمت بھی رُخ کریں گے اللہ ہی اللہ کو موجود پائیں گے۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○

''اور مشرق اور مغرب سب خدا ہی کا ہے۔ تو جدھر تم رخ کرو۔ ادھر خدا کی ذات ہے۔ بے شک خدا صاحبِ وسعت اور باخبر ہے''۔ (جاری ہے)

مصادر و مراجع

1۔ فضل کریم، پروفیسر، ڈاکٹر، ''کائنات اور اس کا انجام''، فیروز سنز لمیٹڈ لاہور

2۔ سلطان بشیر محمود، ''تلاشِ حقیقت''، دار الحکمت انٹرنیشنل، اسلام آباد

3۔ ہارون یحییٰ، ''نظریہ ارتقاء ایک فریب'' اسلامک ریسرچ سنٹر پاکستان

4۔ Francois Jacob, Le Jeu Des Possibles. University of Washington Press, 1982

5۔ Lincoln Barnett, The Universe and Dr. Einstein, William Sloane Associate, New York, 1948

حافظِ قرآن کے اضافی 20 نمبر

مولانا محمد انور چیمہ

انسان ایک آسمانی مخلوق ہے جس نے دنیا میں آ کر خاکی جامہ پہن رکھا ہے، یہ اپنا مقررہ وقت پورا کرنے کے بعد خاکی پتلا اُتار کر پھر واپس عالم بالا میں پرواز کر جاتا ہے۔ کارخانہ قدرت میں تخلیق پانے کے بعد اس جہان میں بیماریوں سے پاک ایمانداری سے صحت مند زندگی گزارنے کے لیے انسان کے ساتھ ایک نسخۂ کیمیا (قرآن) بھیجا گیا۔ اس نسخہ کے استعمال کی بدولت پوری مخلوقات میں صرف انسان ہی اپنے خالقِ حقیقی کا راز دان بنا۔ اس لیے انسان کو اشرف المخلوقات ہونے کا طرۂ امتیاز حاصل ہے کیونکہ صرف انسانی سوچ کے سامنے قدری جہاں (World of Value) اور مادی دنیا دونوں مدنظر ہیں باقی مخلوق قدری جہاں سے محروم ہے۔ ورلڈ آف ویلیو کے بدولت علم الاسماء (عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا) کا مالک ہوتا ہے ورنہ صرف مادی سوچ میں ناقص العقل رہتا ہے۔ قادر مطلق کی حکمتوں کو وہ خود جانتا ہے کہ ہر آدمی کا ظرف عقل، فہم اور سوچ کی پرواز کیوں فرق وفرق بنائی ہے۔

عشق کی چوٹ تو پڑتی ہے دلوں پر یکساں
ظرف کے فرق سے آواز بدل جاتی ہے

ہے کوئی صاحب نظر، صاحب دل، دین کا درد رکھنے والا اور قلم اٹھانے والا کہ حفاظتِ قرآن کے پہرہ دار حافظ قرآن کی دونوں جہانوں میں فضیلت بتائے اور سمجھائے کہ حافظ قرآن کو 20 نمبر

اضافی کیوں دیے جاتے ہیں اور اس کا کیا جواز بنتا ہے؟

مادی دنیا اور قدری دنیا کے پیمانے اور کرنسی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ایک معرکہ حق و باطل کے لیے سرکار دو عالم ﷺ نے ایک فوجی یونٹ تیار کیا جس کا کمانڈر ایک نوعمر نوجوان کو مقرر فرما دیا اس فوجی یونٹ میں بڑے بڑے فن حرب کے ایکسپرٹ نامور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جیسے لوگ بھی شامل تھے۔ عرض کی گئی حضور ﷺ ہمارے ماں باپ قربان اس فوجی یونٹ میں تو بڑے بڑے نامور سپاہ گری کے ماسٹر موجود ہیں اور یہ نوجوان نوعمر کمانڈر؟ سرکارِ دو عالم ﷺ نے دوبارہ سب کا انٹرویو لیا۔ پھر وہی نوجوان کمانڈر اول آیا۔ پتہ چلا کہ اس نوجوان کی اضافی نمبر لے کر اول آنے کی وجہ یہ ہے کہ اسے دوسرے سینئر لوگوں سے قرآن مجید زیادہ حفظ ہے اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حفظ قرآن اس کی مدد کرے گا اور وہ میدان جنگ میں کامیاب ترین کمانڈر ثابت ہوا۔ (بخاری شریف)

اسی طرح کسی معرکہ سے صحابہ کرام کی فوجی یونٹ واپس وطن آرہی تھی راستہ میں رات پڑ گئی۔ وہاں کوئی آبادی تھی صحابہ کرام نے اس آبادی کے لوگوں سے رات کے آرام اور طعام کے لیے سوال کیا تو ان لوگوں نے مہمان نوازی سے انکار کر دیا۔ صحابہ کرام کی فوجی یونٹ نے وہاں ساتھ ہی جنگل میں رات کاٹنے کے لیے ڈیرہ جما لیا۔ آدھی رات ہوئی تو اس آبادی کا ایک بدو بھاگا بھاگا صحابہ کرام کے پاس آیا اور کہا ہمارے سردار کو جنگلی بچھو نے کاٹ لیا ہے تم میں ہے کوئی جو دم پھونکے۔ ایک صحابی نے کہا سردار کو میرے سامنے پیش کرو ابھی ہم اس پر دم پھونک دیں گے۔ سردار جو درد سے ہلاک ہو رہا تھا، پیش ہوا۔ صحابی نے الحمد شریف زبانی پڑھ کر سردار پر دم پھونکا۔ مریض صرف شفایاب ہی نہ ہوا بلکہ ساری آبادی اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئی۔

قرآن کے حافظ کو عزت کا تاج پہنایا جائے گا۔ حافظ قرآن کے ماں باپ بھی تکریم سے نوازے جائیں گے۔ حافظ قرآن دو دھارے فیض کا حامل ہے صرف اس جہاں میں ہی اکسیر نہیں، آخرت کے دن بھی کئی لوگوں کی بخشش کا ذریعہ بنے گا۔

ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام میں سے 115 رسول صاحب کتاب ہوئے ہیں۔ صرف ایک نبی حضرت عزیر علیہ السلام نے ایک صدی بعد اعلان کیا ''میں تورات کا حافظ ہوں''

تورات دنیا سے مٹ چکی تھی اور کوئی تورات یا کسی آسمانی کتب کا کوئی حافظ کسی امت میں نہیں ہو گزرا۔ حضرت عزیرؑ کے بعد بھی کسی نے تورات کو حفظ نہ کیا اس طرح کسی آسمانی کتاب کا کوئی حافظ نہ بنا۔ دنیا میں آسمانی کتب کا کوئی حفاظت کرنے والا نہ رہا۔ روئے زمین سے اصل آسمانی کتب کے نام ونشان مٹ گئے۔ حافظ کتبِ آسمانی کا محافظ اور پہرہ دار ہوتا ہے۔ قرآن مجید کے کروڑوں حافظ دنیا میں موجود ہیں اور اس کے حفظ میں زیر زبر کی کمی بیشی نہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حفاظ کرام سے قرآن کی حفاظت کا کام لے رکھا ہے۔ پاکستان میں رمضان المبارک میں ایک اندازے کے مطابق دو لاکھ حفاظ کرام نے قیام اللیل میں قرآن مجید سنایا اور کم از کم 10 کروڑ عوام نے قرآن کی سماعت فرمائی جس کے صدقے ہم اس جہاں میں چل پھر رہے ہیں۔ ورنہ بادشاہ سے لے کر عوام تک جو اس روئے زمین پر ظلم ڈھائے جا رہے ہیں الحفیظ الامان۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں قرآن کا محافظ ہوں۔ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ۔ حفظ قرآن سنت خداوندی ہے۔ حافظ قرآن اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔ جس جہان میں جائے گا عزت کا تاج پہنایا جائے گا عالم برزخ ہو عالم محشر ہو۔ دنیا دیکھے گی یہ کون شان والے ہیں حافظ قرآن جا رہے ہیں۔ اضافی 20 نمبر تو بڑی چھوٹی بات ہے۔ حفظ قرآن کر ہی وہ سکتا ہے جس کا Intlectual level باقی لوگوں سے بلند ہو۔ Duffur آدمی کو قرآن حفظ نہیں ہوتا۔ قرآن مجید کے حفظ کی شان کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ ایک دفعہ ایک عورت دربار نبوی میں حاضر ہو کر عرض کرتی ہے مجھے اپنی زوجیت میں قبول فرمالیں۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے فی الحال حاجت نہیں ہے۔ اتنے میں ایک صحابی نے عرض کیا: اس عورت کو میری زوجیت میں دے دیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس عورت کو دینے کے لیے تیرے پلے کوئی چیز ہے تو لے آ۔ عرض کیا ماں باپ قربان! میرے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے پوچھا: قرآن کے کتنے حصے کے حافظ ہو؟ عرض کی حضور میں چند سورتوں کا حافظ ہوں۔ محبوبِ خدا ﷺ نے فرمایا: فَقَدۡ مَلَّکۡتُکَھَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ ''اس قرآن کے بدلے جو تجھے حفظ ہے میں نے تجھے اس عورت کا مالک بنا دیا''۔

اب آئیں اس مادی دنیا کی طرف جس میں صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے یوں ہی عمر تمام

ہوتی ہے۔تمام دنیوی امتحانات میں حافظ قرآن کو اضافی نمبر دے کر دوسرے امیدواروں پر فوقیت ملنی چاہیے کیوں! اس لیے کہ دنیاوی تمام شعبہ جات کے علوم اور اصول وضوابط قرآن مجید میں بیان کیے گئے ہیں: وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ (النحل:۸۹)

''اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جس میں ہر چیز کی وضاحت ہے'')

جو حافظ قرآن کو زبانی یاد ہوتے (By Heart) ہیں خاص طور پر انسان کی جسمانی صحت میڈیکل سائنس یعنی بیماریاں اور ان کی ادویات اور صحت کو برقرار رکھنے کے حفظ ماتقدم اقدام وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ اعلان عام فرما رہے ہیں کہ یہ قرآن سینے اور دل کی تمام امراض کی شفا کا دارو ہے۔ارشاد باری تعالیٰ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ (یونس:۵۷)

''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی بیماریوں کی شفا اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت آ پہنچی ہے۔''

دوسری جگہ قرآن مجید میں تمام انسانوں کے لیے تمام امراض کا نسخہ بتا دیا اور دوائی (شہد) کا فارمولا بھی بیان کر دیا۔ارشاد باری تعالیٰ

يَخْرُجُ مِن بُطُونِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ (النحل:۶۹)

''اس (شہد کی مکھی) کے پیٹ سے پینے کی چیز نکلتی ہے جس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں اس میں لوگوں کے شفا ہے''۔

تمام امراض کا دارو مختلف مقامات پر تفصیل سے قرآن میں بتا دیا گیا۔قصہ مختصر قرآن پاک الم سے لے کر والناس تک ہر حرف ہر لفظ کسی نہ کسی مرض کی دوا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ (بنی اسرائیل:۸۲)

''اور ہم قرآن سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے''

امام غزالی نے اپنی کتاب سر المکنون میں ساٹھ علوم کے مفصل موتی بکھیرے ہیں۔

آج مغربی تہذیب آزاد خیالی اور دین بیزاری کے علم برداروں نے حافظ قرآن کو مولوی بنا کر صرف مسجد کی چار دیواری کے اندر زیر زمین بند کر کے رکھ دیا۔انہیں کب وارا کھاتا ہے

حافظ قرآن ڈاکٹر بنے انجینئر بنے سی ایس ایس افسر بنے۔انہیں ڈر ہے کہ کہیں یہ دین حق کا محافظ مسجد سے باہر نکل کر کلمہ حق نہ بلند کر دے۔مغل بادشاہ اورنگزیب عالمگیر کے بعد مغربی حکمرانوں نے اپنی حکومت کی گرفت کو مضبوط کرنے کے لیے یہ سارے جتن کیے۔اس وقت مغربی دنیا کی یونیورسٹیوں کے سکالروں کے ہاتھوں جو حال اس ریاست مدینہ پاکستان کا ہو رہا ہے کوئی ددھ پتر والا انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ مغربی تہذیب و تعلیم کے اداروں میں انسانیت پڑھائی جاتی ہے۔اگر آج ہی پاکستان کو علوم شرعیہ کے سکالروں اور کلام الٰہی کے حفاظ کے حوالے کر دیا جائے تو پھر دیکھیں کتنے مختصر وقت میں شیر شاہ سوری نے اس خطہ میں تبدیلی برپا کی۔اورنگزیب مغل حکمران قرآن نویس محی الدین نے دین اسلام کا علم بلند کیا۔نورالدین زنگی اور سلطان صلاح الدین ایوبی میں صرف قرآن کی خوبی تھی کہ بیت المقدس فتح کیا۔جو آج مغرب زدہ ہاتھوں سے کیوں چھن گیا۔

جب سے حفاظ کرام کو اضافی نمبروں کا insentive دیا گیا ہے کتنے زیادہ تعداد میں حفاظ مسیحا بن کر میدان میں اتر رہے ہیں۔اگر خدانخواستہ یہ اضافی نمبروں کا چارم سلب کر لیا جائے تو کس قدر حفاظ کی تعداد کا گراف نیچے آ جائے گا۔یہ وبال کس پر آئے؟ سوچ لیں جس دن اعلان ہو رہا ہوگا: لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْم (آج کس کی بادشاہ ہے) کوئی سنے یا نہ سنے ملا کا کام اذان دینا ہے۔ یہ بات آج بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ جو ڈاکٹر حافظ قرآن ہیں ان کے ہاتھ میں دوسرے ڈاکٹروں کی نسبت زیادہ شفا ہے۔

راقم کا حفاظ کرام کا طرف دار بن کر کچھ لکھنے کو بڑا جی چاہتا رہا۔میرے دل نے مجھے مجبور کر دیا بالآخر میں نے کہا چلو اس بڑھیا کی سنت ہی ادا کرو جو ہاتھ میں سوت کی اَٹی لیے مصر کے بازار کو یوسف کی خریدار بن کر جا رہی تھی تو کسی نے اس بڑھیا سے پوچھا اماں جی! اتنی مشکل سے چل کر کہاں جا رہی ہیں؟ اماں جی نے فرمایا ''میرے بچے میں نے سنا ہے کہ بازار مصر میں ایک حسین غلام (یوسف) بک رہا ہے میں اسے خریدنے جا رہی ہوں''۔اُس نے کہا ''میری ماں! وہاں تو بڑے بڑے سرمایہ دار لوگ خریدار ہیں''۔اماں جی نے فرمایا اگر خرید نہ سکی تو خریداروں کی لسٹ میں میرا نام تو لکھا جائے گا۔بس اسی خیال سے یہ چند بے ترتیب جملے سپرد قلم کیے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی حفاظت کرنے والوں کا طرف دار بننے پر یہ میری نجات کا ذریعہ بن جائیں۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا نظامِ عدل وانصاف!

ابوفیصل محمد منظور انور

ہمارے پیارے رسول حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم سے پہلی قومیں اس لئے برباد ہوئیں کہ اُن کا کوئی بڑا امیر آدمی جرم کرتا تو اسے چھوڑ دیا جاتا اور جب کوئی معمولی سا آدمی جرم کرتا تو اسے سزا دی جاتی'' (بخاری، رقم 4304)

ملک پاکستان نفاذ اسلام کے وعدے پر لاکھوں جانوں کی قربانی دے کر حاصل کیا گیا تھا تا کہ اس ملک کی عوام اپنی زندگیاں اسلام کے مطابق امن وسکون اور انصاف پسندی کے ساتھ گزار سکیں مگر ان کا خواب 75 سال گزرنے کے باوجود تشنہ تکمیل ہے۔ یہ بات انتہائی حد تک تشویشناک ہے کہ پاکستان میں نظام عدل وانصاف زوال پذیر ہو چکا ہے۔ ایک عالمی سروے کے مطابق پاکستانی عدالتیں انصاف کی فراہمی کے حوالے سے دنیا میں 136 ویں نمبر پر ہیں۔ مزید افسوسناک امر یہ ہے کہ اصلاحِ احوال سے متعلق کچھ بھی ہوتا ہوا نظر نہیں آ رہا ہے بلکہ ہر آنے والے دن میں عدلیہ کے فیصلوں پر تنقید اور ناانصافی ہونے کی کوئی نئی خبر سامنے آتی ہے۔ یوں تو ہماری عدلیہ کے ماضی کے فیصلوں میں جسٹس منیر پر بہت زیادہ تنقید کی جاتی رہی ہے اور مسلمان ججز کی بجائے کافر ججز کے انصاف کے حوالے سے میرٹ پر دیے گئے فیصلوں پر داد وتحسین کے ڈونگرے برسائے جاتے رہے ہیں اور اب بھی کافر ممالک میں قانون اور انصاف کے حوالے سے قابل تقلید مثالیں دی جاتی ہیں مگر اسلامی جمہوریہ پاکستان کی اعلیٰ عدلیہ کے مسلمان ججز کے فیصلوں پر ہمیشہ تنقید ہی سنائی دیتی رہی ہے۔ ایک بڑی وجہ ججز کی تعیناتیاں میرٹ کی بجائے سیاسی

جماعتوں کی پسند ناپسند اور نامور وکلاء کی آشیرباد سے ہی ہوں گی تو تنقید ہوگی۔ ماضی میں ایک سیاسی جماعت کی طرف سے جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے مترادف سپریم کورٹ پر چڑھائی کرکے ججز کو یرغمال بنایا گیا جسے پوری قوم نے جاگتی آنکھوں دیکھا۔ ججز تقسیم ہوئے متنازعہ فیصلے آئے مگر ایسا کرنے والوں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی گئی۔ ایک سیاسی پارٹی نے اپنے دورِ حکومت میں فیصل آباد سے تعلق رکھنے والے اپنی ہی پارٹی کے ایک اہم عہدیدار کو ہائی کورٹ لاہور کا جج مقرر کردیا تھا۔ ایک سابق جسٹس عبدالقیوم کی موجودہ وزیراعظم کے ساتھ گفتگو کی ایک آڈیو وائرل ہوئی جس کی آواز بازگشت ابھی تک سنائی دیتی ہے۔ اس پر بھی بڑی تنقید ہوئی تاہم ججز کی میرٹ سے ہٹ کر تقرریاں کیے جانے کی افواہیں بھی زیر گردش رہیں۔ ایسی صورت حال میں ججز کے فیصلوں پر عدم اعتماد اور تنقید ایک فطری عمل ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ سول ججز سے ترقی پاکر سیشن جج بننے والوں میں سے ہی اعلیٰ عدلیہ کے ججز بنائے جاتے۔ ناانصافی کے ازالے کیلئے کوئی مؤثر اقدام نہ اٹھائے جانے کی وجہ سے نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ اب سوشل میڈیا اور ذرائع ابلاغ کے علاوہ پارلیمنٹ میں بھی اعلیٰ عدلیہ کے فیصلوں اور ججز کے خلاف کھل کر بحث کی جارہی ہے۔ قومی اسمبلی کے ایوان میں تو سپریم کورٹ کے فیصلے کو مسترد کرنے کی قرارداد بھی منظور کی جاچکی ہے۔ اس طرح ہمارے نظام عدل پر سوالیہ نشان اٹھائے جارہے ہیں اور عالمی سطح پر ہماری جگ ہنسائی ہورہی ہے۔ حالیہ دنوں دو صوبوں میں الیکشن کے حوالے سے سپریم کورٹ کے فیصلے پر حکومت وقت کا ردعمل انتہائی حد تک قابل افسوس ہے اور پھر ایک ایسی پارلیمنٹ میں جس کے آدھے منتخب ممبران قومی اسمبلی ایوان سے باہر بیٹھے ہیں کی طرف سے اعلیٰ عدلیہ کے فیصلے پر تنقید، عدم اطمینان اور اس کو مسترد کرنے کی قرارداد کی منظوری قابل افسوس اور نظام عدل پر عدم اعتماد کے مترادف ہے۔ ریاست کے اہم ستون اعلیٰ عدلیہ کے چیف جسٹس سمیت دیگر ججز پر عدم اعتماد اور ان کی بے توقیری کرنے سے سنگین نتائج مرتب ہوں گے۔ دوسری طرف اعلیٰ عدلیہ کے ججز کی تقسیم اور ان کے آپس کے اختلافات سامنے آرہے ہیں جو ادارے اور ملک وقوم کیلئے نیک شگون نہیں ہے۔ چند مقتدر شخصیات کے ذاتی مفادات کیلئے آئین اور قانون سے کھلواڑ ملک دشمنی کے مترادف ہے۔ میڈیا رپورٹ کے مطابق وطن عزیز 130 ارب ڈالر اندرونی اور 140 ارب ڈالر بیرونی کا مقروض ہے جو تقریباً 60 پدم روپے کے برابر ہیں ہر پاکستانی تقریباً 25/30 لاکھ روپے

کا مقروض ہے۔کیا یہ قرض آسانی سے اُتر سکتا ہے؟ میرے خیال میں ناممکن ہے۔یہی وجہ ہے کہ ملک کے ڈیفالٹ ہونے کی افواہیں سرگرم ہیں۔قومی احتساب بیورو (نیب) کا ادارہ سیاسی جماعتوں کے بڑے قائدین سمیت دیگر (اشرافیہ) کو جنھوں نے ملکی خزانے کو بڑی بیدردی کے ساتھ لوٹا ملک اور بیرون ملک بڑی بڑی قیمتی جائیدادیں بنائیں عوام کی آنکھوں میں دُھول جھونکنے کیلئے ان کے ساتھ پلی بارگین کے ذریعے مک مکا کر رہا ہے۔جن عناصر پر اربوں روپے لوٹنے یا اربوں کھربوں کی جائیدادیں بنانے کے الزامات ہیں وہ باعزت بری ہو رہے ہیں اکثر لٹیرے ملزمان نے لوٹا ہوا یا چوری کیا گیا سرمایہ پلی بارگین کر کے قومی خزانے کے مال کا معمولی حصہ دے کر باقی مال ہضم کرنے کیلئے خود ہی قانون سازی کر کے اپنے آپ کو پاک پوتر بنا لیا ہے۔ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ان مجرموں کو پس زنداں ڈال کر قومی خزانے سے لوٹی گئی پائی پائی واپس جمع کروائی جاتی مگر ایسا نہ ہوسکا۔ برسوں سے جاری احتسابی عمل پر عوامی اعتماد کو اس وقت شدید جھٹکا لگا جب موجودہ حکومت نے (جس کے وزیر اعظم سمیت کابینہ کے 70-80 افراد پر کرپشن کے سنگین الزامات ہیں) قانون سازی کر کے نیب قانون میں من مرضی کی ترامیم کر کے نیب کے پر کاٹ دیئے ہیں۔ایک اطلاع کے مطابق اس طرح بڑے بڑے ملزمان 11 سوا ارب روپے کے لگ بھگ معاف کروا کے دوبارہ قوم کا خون نچوڑنے لگے ہیں۔کرپشن کرنے والے سیاست دان بیورو کریٹ ججز یا جرنیل اور تاجر سزائیں نہ ملنے کی وجہ سے پہلے سے بڑھ کر ناجائز دولت کے انبار لگاتے نظر آتے ہیں۔چونکہ ملک میں قانون اور انصاف کا فقدان ہے اور امیر غریب کیلئے انصاف کے پیمانے ہی الگ الگ ہیں معمولی جرائم میں ملوث عام آدمی جس کے پاس رشوت دینے کو کچھ نہیں ہوتا وہ بیگناہ ہونے کے باوجود برسوں تک جیلوں میں سڑتا ہے جبکہ امیروں کو کوئی نہیں پوچھتا اگر وہ کسی طرح جیل میں چلے بھی گئے تو وہاں بھی وی وی آئی پروٹوکول کے تحت لگژری اپارٹمنٹ جیسی سہولیات سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ حالیہ برسوں میں نواز شریف خاندان، زرداری خاندان، ان کے ساتھیوں اور چند دیگر ایسے بااثر دولت مند افراد کی احتسابی عمل کے دوران جیل یاترا یا عدالتوں میں پیشیوں سے صاف عیاں ہوتا رہا کہ یہاں قانون اور انصاف کا اطلاق فقط غرباء اور بے سہارا افراد پر ہی ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اب عدلیہ پر کھلے عام تنقید کی جا رہی ہے۔ بدقسمتی سے موجودہ عدالتی نظام کرپٹ اور دولت مند عناصر کا ممدومعاون ہے جو انصاف کی روح کی

بجائے ملک کے نامور وکلاء کی قانونی موشگافیوں کے زیر اثر فیصلے دیتا ہے۔نتیجتاً عوام کا عدالتوں پر اعتماد متزلزل ہو رہا ہے۔اور شاید ملک میں بڑھتی ہوئی لاقانونیت اسی وجہ سے ہے اور لوگ عدالتوں میں جانے کی بجائے قانون خود اپنے ہاتھ میں لینے کو ترجیح دینے لگے ہیں اور جرائم کی شرح میں اضافہ ہو رہا ہے۔اعلیٰ عدلیہ پر بڑھتا ہوا عدم اعتماد ایک انتہائی افسوس ناک عمل ہے جس کے معاشرے پر منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔آئین اور قانون کے مطابق فیصلے نہ ہونا ایک سنگین صورت حال کو جنم دے رہا ہے یہ صورتحال خدانخواستہ ملک کو افراتفری اور انارکی کی طرف دھکیلنے کی سازش لگتی ہے۔جس ملک میں آئین اور قانون کی پاسداری ختم ہو جائے تو وہ کب تک سروائیو کر سکتا ہے۔شاید یہ پاکستان دشمنوں کا ایجنڈا ہے کہ معاشی بدحالی کا شکار ملک کو قانونی انحطاط کی طرف دھکیلا جائے۔اس مخدوش صورت حال کا تقاضا ہے کہ مقتدر طبقات اور ملک چلانے والے تینوں ستون ہوش کے ناخن لیں آئین اور قانون سے ماورا کوئی بھی نہیں احتساب کا عمل بلاتفریق و امتیاز ہر صورت جاری رکھا جائے اور ظالمانہ نظام عدل کے خاتمے اور اسلامی عادلانہ نظام کے فوری نفاذ کی ضرورت ہے تاکہ صاف شفاف انصاف ہر خاص و عام کو آسانی کے ساتھ مل سکے با اثر افراد کے فرینڈلی احتساب کا خاتمہ کر کے مجرموں کے ساتھ آہنی ہاتھوں سے نبٹا جائے۔اگر فوری کچھ نہ کیا گیا تو پھر ہمارے ہاتھ پچھتاوے کے سوا کچھ بھی نہیں آئے گا۔دوسری طرف عوام الناس کو چاہئے کہ وہ کسی بھی بددیانت لیڈر کی حمایت سے پہلے دشمن خدا فرعون کے انجام سے باخبر رہے۔فرعون کے بارے قرآن مجید کے الفاظ......يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ (ہود:98)''قیامت کے دن وہ اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا (جس طرح دنیا میں گمراہی کے لیے ہوا) اور انہیں دوزخ میں پہنچائے گا، تو دیکھو کیا ہی پہنچنے کی بری جگہ ہے جہاں وہ پہنچ کر رہے''۔

جس طرح فرعون اپنی قوم کا دنیا میں لیڈر بنا ہوا تھا اسی طرح ہی آخرت میں جہنم جاتے وقت ان کے آگے آگے ہوگا۔قرآن مجید اس حقیقت کا انکشاف کرتا ہے کہ جو لوگ دنیا میں کسی جماعت یا قوم کو گمراہ کرنے کا سبب بنتے ہیں۔اگر یہ سچی توبہ کے بغیر مر جائیں تو قیامت کے دن اپنے گمراہ کردہ ساتھیوں کے ساتھ اللہ کے حضور پیش کیے جائیں گے۔اسی صورتحال کا سامنا فرعون اور اس کے ساتھیوں کو کرنا پڑے گا۔چنانچہ جب آلِ فرعون کو جہنم کی طرف جانے کا

حکم ہوگا تو وہ فرعون کی قیادت میں جہنم کی طرف دھکیلے جائیں گے۔قرآن مجید کی آیات سے یہ مفہوم اخذ ہوتی ہے جب فرعون اوراس کی قوم کوجہنم جانے کا حکم ہوگا تو ابتدا کسی اچھی امید کے ساتھ وہ خراماں خراماں فرعون کے پیچھے دوڑتے ہوئے جائیں گے لیکن تھوڑی دیر کے بعد جب انہیں جہنم کی دہکتی ہوئی آگ نظر آئے گی تو ایک دوسرے پرلعنت اور پھٹکار کریں گے۔اس طرح ان کا جہنم میں داخل ہونا بدترین انداز میں ہوگا۔جس کے لیے قرآن مجید میں الرفدالمرفود کے الفاظ استعمال کیے ہیں جن کا معنی عربی ڈکشنری کے لحاظ سے ہے'' سہارا''۔ مختلف سیاسی جماعتوں سے وابستہ لوگ جو اپنی پارٹیوں کے سربراہوں کے قول وفعل اور اخلاق وکردار سے اچھی طرح واقف ہونے کے باوجود ان سے والہانہ عقیدت ومحبت اوران کی حمایت کرتے نظر آتے ہیں انھیں اللہ تعالیٰ کے دشمن فرعون کے انجام کوسامنے رکھنے کی اشد ضرورت ہے۔ وگرنہ روزمحشر پچھتاوے کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔ جو دنیا میں ایک دوسرے کا سہارا بنے ہوئے تھے وہ سہارا بدترین ثابت ہوگا جس کی وجہ سے لیڈر اوران کے پیروکار ایک دوسرے کوجہنم میں داخل کرنے کا سبب ثابت ہوں گے۔تصویر کا دوسرا رخ دیکھیں تو بڑے بڑے سیاست دانوں بیوروکریٹس اور دیگر امیر طبقات میں سے ایسے افراد کو دیکھا گیا ہے کہ جنھوں نے زندگی میں جی بھر کر حرام کا مال کمایا دولت کے انبار لگائے اور اپنے خاندان کو ناجائز دھن دولت کے ساتھ پروان چڑھایا عیاشیاں کیں اور جائیدادیں بنائیں، عدالتوں سے اپنے حق میں من مرضی کے فیصلے کروائے۔مگران کی آنکھوں کے سامنے سب کچھ ختم ہوگیا اور وہ بالآخر مکافاتِ عمل کا شکار ہوئے۔مرتے وقت بے بسی کے عالم میں ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے لوگ دیکھتے رہے۔ایسے عناصر کے غمناک ہونے کے واقعات نقل کئے جائیں تو شاید اوراق بھی ساتھ نہ دے سکیں۔مگر سب کچھ جانتے دیکھنے کے باوجود اکثر لوگوں نے عبرت حاصل نہیں کی اور وطن عزیز کے وسائل کو مال مفت سمجھ کر دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں۔

ے
عدل و انصاف فقط حشر پہ موقوف نہیں
زندگی خود بھی گناہوں کی سزا دیتی ہے

عرب، ترک اور پاکستانی اقوام کے لیے فیصلہ کن دور

محمد نذیر یاسین

یوں تو کرۂ ارض پر پوری اُمت مسلمہ کو دین اللہ کی نمائندگی کا شرف حاصل ہے تاہم ان میں سے عرب، ترک اور پاکستانی اقوام کو شرفِ خصوصی حاصل ہے۔ اہل عرب کے شرف و مقامِ خصوصی سے تو کسی کو بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ ان کی سرزمین اسلام کی جنم بھومی اور محمد رسول اللہ ﷺ کے پیغامِ حق کی اولین حامل و امین ہے۔ جبکہ ترک قوم سینکڑوں سال تک خلافتِ اسلامی کی حامل و دنیائے اسلام کی محافظ رہی ہے اور ان کی اس حیثیت کو ختم ہوئے محض سو سال ہوئے ہیں۔ جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے تو ہم اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ دورِ حاضر میں اسلام کے نام پر قائم ہونے واحد ملک پاکستان ہے۔ یہاں نہ صرف سب سے زیادہ احیائے اسلام کی تحاریک موجود ہیں بلکہ ایٹمی صلاحیت اور مضبوط فوجی قوت کا حامل ہونے کے ناطے سارا عالم اسلام پاکستان کی طرف دیکھتا ہے۔ تاہم ان تینوں اقوام کی انتہائی بدقسمتی ہے کہ یہ حب دنیا کے معاشی فتنے میں مبتلا ہو کر اپنے خصوصی شرف و امتیاز کو نظر انداز بلکہ پس پشت ڈال چکی ہیں۔ حلال و حرام سے قطع نظر معاشی خوشحالی و بہتری ہی ان کا اوّلین و آخری ہدف و مقصد بن چکا ہے۔ پاکستانیوں نے تو اس معاشی فتنے میں مبتلا ہو کر اپنے ملک کو تباہی کے کنارے پر وہاں لا کھڑا کیا جہاں کوئی معجزہ ہی اب انہیں بچا سکتا ہے۔ ترکی اگرچہ معاشی ترقی کی طرف تیز پیش رفت

کررہا ہے، تاہم وہاں بھی آئے دن کوئی نہ کوئی بحران یا آفت جنم لیتی رہتی ہے جبکہ ارضِ ترکیہ کے حوالے سے احادیث میں وارد ہونے والی پیش گوئیوں سے اس علاقے میں عظیم جنگوں، یہاں تک کہ سرزمین ترکیہ پر صلیبی قوتوں کے قبضے کی خبریں بھی ملتی ہیں۔ جہاں تک عربوں کا تعلق ہے تو جزیرہ عرب میں عذابِ خسف یعنی زمین دھنس جانے کی پیشگوئی احادیث میں واضح طور پر موجود ہے۔ عذابِ خسف کے بارے میں ہم جانتے ہی ہیں کہ یہ معاشی فتنے میں مبتلا قارون پر نازل ہوا تھا۔ احادیث میں جزیرۂ عرب کے خسف کے علاوہ کرۂ ارض کے مغرب و مشرق میں بھی ایسے واقعات رونما ہونے کی خبر ہے اور متوقع طور پر یہ عذاب معاشی فتنوں میں مبتلا اقوام پر ہی نازل ہوں گے۔ قرآن حکیم کی سورۃ القصص جس میں قصہ قارون بھی وارد ہوا ہے، یہ آیات گہرے غور وفکر کی متقاضی ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا فَتِلْكَ مَسَاكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِنْ بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ ○ (القصص:58)

''اور ہم کتنی ہی ایسی بستیاں ہلاک کر چکے ہیں جو اپنی معیشت پر اترا گئی تھیں۔ پس یہ رہے ان کے مسکن جو ان کے بعد آباد نہ ہو سکے مگر بہت کم۔ اور ہم ہی ان کے وارث تھے''۔

پس آج فوری ضرورت اس بات کی ہے کہ عرب، ترک اور پاکستانی اقوام معاشی فتنے (بالخصوص سودی شکنجے) سے نکلیں اور دین اللہ کو اپنی ترجیح اوّل بناتے ہوئے کرۂ ارض پر دین اللہ کی نمائندگی کا فریضہ کماحقہ انجام دیں، وگرنہ خدائے بزرگ و برتر کی پکڑ سے بچنا ممکن نہ ہوگا۔ اس لیے کہ ؏ جن کے رتبے ہیں سوا، ان کو سوا مشکل ہے۔

اپنی ملّت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمیؐ

یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفٰے (ﷺ) است

عبد اللہ ابراھیم

1 پاکستان میں غیر یقینی سیاسی صورتحال

پاکستان کی غیر یقینی سیاسی صورتحال جاری ہے اور اب سیاسی جماعتوں کے علاوہ دوسری قوتیں بھی اس لڑائی کا واضح حصہ بنی ہوئی ہیں۔ عدالت نے پنجاب اور کے پی کے کے صوبوں میں الیکشن کی تاریخ دی مگر حکومتی اتحاد اس الیکشن کو نہیں کروانا چاہ رہا۔ عدالت کو دوبارہ تاریخ دینا پڑی مگر پھر بھی الیکشن کمیشن کو فنڈ نہیں دیے جا رہے۔ اب 14 اپریل کو عدالت نے سٹیٹ بینک کو حکم دیا ہے کہ وہ رقم فراہم کرے۔ ادھر عدلیہ میں پھوٹ واضح ہے اور عدالت فل بنچ بنانے کی بجائے چند مخصوص ججوں کو ہی کیس دے رہی ہے اور موجودہ چیف جسٹس اور آنے والے چیف جسٹس کی آرا متصادم ہیں۔ اصل قضیہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ تحریک انصاف چاہتی ہے کہ اسی چیف جسٹس کے دور میں انتخابات ہو جائیں اور ان کی مقبولیت بھی اس وقت کافی زیادہ ہے۔ جبکہ حکومتی اتحاد اس دور میں انتخابات نہیں چاہتا اور برابری کی فضا کی بات کر رہا ہے۔ حکومت چیف جسٹس کے ذاتی اختیارات کم کرنا چاہتی ہے اور چیف جسٹس اس کے مخالف ہیں۔

2 پاکستان کی انتہائی کمزور معاشی صورتحال

پاکستان کا آئی ایم ایف سے معاہدہ ابھی بھی طے نہیں پا سکا۔ اگرچہ آئی ایم ایف کی

شرائط مان لی گئی تھیں مگر اس نے اضافی شرط عائد کی کہ جن ممالک نے پاکستان کو 30 جون تک امداد دینی ہے وہ اس کی تحریری یقین دہانی کروائیں۔ 14 اپریل کو وزیرِ خزانہ اسحاق ڈار نے اعلان کیا کہ آخری ملک متحدہ عرب امارات کی یقین دہانی بھی مل گئی ہے اور اب اگلے چند روز میں معاہدہ طے پا جائے گا۔

تاہم اس دوران ملکی معیشت کا کافی زیادہ نقصان ہو گیا ہے اور معاملات احسن طریقے سے حل نہیں کیے گئے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ معاہدہ ہوتا ہے یا نہیں اور یہ کہ نقصان سنبھال لیا جائے گا اور ڈالر کو 10-15 فیصد ہی سہی واپس کم قیمت پر لایا جا سکے گا یا یہ ممکن نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس ایک سال کے عرصے میں مہنگائی بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔

3 سعودی عرب اور یمن کے حوثی باغیوں میں قیدیوں کے تبادلے کا نیا معاہدہ

13 اپریل کو اعلان ہوا کہ سعودی عرب اور یمن کے حوثی باغیوں میں 900 قیدیوں کے تبادلے کا معاہدہ ہو گیا ہے اور عمل درآمد شروع ہو گیا۔ اس سے پہلے بھی اس طرح کے معاہدے ہوئے ہیں۔ تاہم اس دفعہ معاملات بہتر تھے اور اب تمام قیدی جو کہ لگ بھگ 15000 ہیں، کے تبادلے کی امید بندھ گئی ہے۔

مشرقِ وسطیٰ میں امریکی اثر و رسوخ کم ہو رہا ہے اور نئی صف بندیاں ہو رہی ہیں۔ سعودی عرب اور ایران کی کشیدگی میں کمی اور اب یمن اور سعودی عرب کے معاملات میں نسبتاً بہتری اس کی علامات محسوس ہو رہے ہیں۔

4 سابق امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے خلاف عدالتی کارروائی

امریکی سابق صدر ٹرمپ پر کاروباری معاملات میں ہیر پھیر کرنے اور جھوٹ بولنے کے 34 الزامات عائد کیے گئے ہیں اور ان کے خلاف عدالتی کارروائی جاری ہے اور ان کو قید کی سزا دی جا سکتی ہے۔ اسی طرح 6 جنوری 2021ء کو وائٹ ہاؤس میں ہونے والے ہنگاموں کا الزام بھی ان پر عائد کیا جا رہا ہے۔ امریکی صدر عدالت میں 5 اپریل کو پیش بھی ہوئے۔ چونکہ

ان کا ارادہ 2024ء میں ہونے والے امریکی صدارتی انتخابات میں دوبارہ حصہ لینے کا ہے، اس لیے انہوں نے الزام عائد کیا کہ ان کے مخالفین انہیں الیکشن سے دور رکھنے کے لئے یہ ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں۔

5 مصنوعی ذہانت کے شعبے میں ترقی میں تیزی

چیٹ جی پی ٹی، جو کہ مصنوعی ذہانت پر مبنی ایک پروگرام ہے، کو منظر عام پر آئے چھ ماہ ہی ہوئے ہیں مگر اس نے کمپیوٹر کے تحت مصنوعی ذہانت کو بہت نمایاں کر دیا ہے۔ اس ٹیکنالوجی کی بنیاد پر نت نئے پروگرام سامنے آ رہے ہیں جو کہ انسانی زندگی کو آسان بنانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اگرچہ مشین کو سکھانے کا طریقہ جو کہ زیر استعمال ہے، مضحکہ خیز سا معلوم ہوتا ہے۔ تاہم یہ کامیاب دکھائی دیتا ہے اور اب دنیا کی بڑی کمپنیوں میں اس پر دوڑ شروع ہوگئی ہے اور فیس بک جس میدان یعنی میٹاورس (تخیلاتی حقیقت) میں کام کر رہا تھا وہ ایک دفعہ پیچھے رہ گیا ہے۔

اگرچہ ٹیکنالوجی کے بڑے لوگ جیسا کہ ایلن مسک وغیرہ مصنوعی ذہانت کے خطرات سے ہمیں آگاہ کرتے رہتے ہیں مگر اب دنیا اس طرف سرپٹ دوڑتی دکھائی دے رہی ہے۔

6 امریکی خفیہ فوجی دستاویزات کا ویڈیو گیمز کے فورم میں افشا ہونا

امریکی فوجی دستاویزات، جو کہ پینٹاگون کی خفیہ معلومات ہیں، وہ ویڈیو گیمز کے ایک پلیٹ فارم پر افشا کر دی گئی ہیں اور مارچ سے ہی لوگوں کے دسترس میں تھیں۔ ان دستاویزات میں موجودہ دور کی کافی معلومات ہیں جیسا کہ یوکرائن جنگ میں یورپی فوجیوں کی میدانِ جنگ میں موجودگی، یوکرائن کو دیے گئے ہتھیاروں کی تفصیل، دونوں طرف اموات کے اندازے اور مختلف ممالک سے سیاسی بحثیں اور ان کی جاسوسی سے متعلق تفصیلات ہیں۔

دلچسپ بات یہ سامنے آئی ہے کہ اس کو ایک اکیس سالہ جونیئر فوجی نے ویڈیو گیم کے چیٹ فورم میں غصے میں سب کے ساتھ شیئر کیا ہے اور اب اس 14 اپریل کو اس شخص کی گرفتاری بھی ظاہر کی گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یورپ اور امریکا، یوکرائن کی خوب مدد کر رہے ہیں اور دوسرا یہ کہ امریکی فوجی نظام بھی عام انسانی دسترس اور غلطیوں سے مبرّا نہیں ہے اور 21 سالہ شخص

بھی اس کوشنی میں سب کو بھیج سکتا ہے اور امریکہ کی شرمندگی کا باعث بن سکتا ہے۔

7 افغانستان کی تازہ صورتحال

◐27 مارچ کو کابل میں وزارت خارجہ کے دفتر کے قریب دھماکے میں چھ افراد ہلاک ہو گئے جن میں 4 افغان وزارت خارجہ کے اہلکار تھے۔ ان میں سے دو اہلکار مختلف ممالک میں سفارت کار کی ڈیوٹی سرانجام دے چکے تھے۔◐ روس نے شمالی افغانستان کے شہر مزار شریف میں دوبارہ اپنا سفارت خانہ کھول دیا ہے۔ یہ سفارت خانہ جولائی 2021 میں بند کر دیا گیا تھا۔◐ افغانستان کے صوبہ ننگرھار میں طالبان ان لوگوں کو ملاقات کے لئے بلا رہے ہیں جنہوں نے امریکی قبضے کے دور میں ان کو ہلاک کیا۔ اس سلسلے میں چند دنوں میں دو لوگوں سے ملاقات ہوئی اور ان کی بہادری کو سراہا گیا۔◐13 اپریل کو افغان وزارت خارجہ نے بتایا کہ افغان وزیر خارجہ امیر خان متقی ازبکستان کے شہر سمرقند میں افغانستان کے ہمسایہ ممالک اور روس کے وزرا خارجہ کی کانفرنس میں شرکت کے لئے روانہ ہو گئے ہیں۔ اس کانفرنس میں پاکستان کی نمائندگی حنا ربانی کھر کر رہی ہیں۔

فرمانِ نبوی ﷺ

ماہِ شوال میں چھ روزوں کی فضیلت

عَنْ أَبِی أَیُّوبَ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ فَذَالِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے پورے ماہِ رمضان کے روزے رکھے، اور اس کے بعد ماہِ شوال کے چھ روزے بھی رکھے تو یہ سال بھر کے روزے شمار ہوں گے۔ (سنن ترمذی)

اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآنِ حکیم کے وعدہ کے مطابق ایک نیکی کا بدلہ کم از کم دس گنا ہے، گویا رمضان المبارک کے ایک ماہ کے روزے دس ماہ کے روزوں کے برابر ہوئے اور شوال کے چھ روزے ساٹھ دن (دو ماہ) کے روزوں کے برابر ہوئے، اس طرح رمضان کے ساتھ شوال کے روزے رکھنے والا گویا پورے سال روزہ رکھنے والا ہو جاتا ہے۔

ماہِ شوال کے یہ چھ روزے شوال کی دوسری تاریخ سے لے کر مہینہ کے آخر تک الگ الگ کر کے اور اکٹھے دونوں طرح رکھے جا سکتے ہیں۔ یہ مستحب روزہ ہے، جسے رکھنے پر ثواب ہے اور نہ رکھنے پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔

قرآن کی فریاد

طاقوں میں سجایا جاتا ہُوں، آنکھوں سے لگایا جاتا ہُوں
تعویذ بنایا جاتا ہوں، دھو دھو کے پِلایا جاتا ہوں
جُزدان حَریر و ریشم کے ، اور پُھول ستارے چاندی کے
پھر عِطر کی بارش ہوتی ہے، خوشبو میں بسایا جاتا ہوں
جس طرح سے طوطے مَینا کو ، کچھ بول سِکھائے جاتے ہیں
اِس طرح پڑھایا جاتا ہوں ، اِس طرح سکھایا جاتا ہوں
جب قوَل وقسم لینے کے لیے، تکرار کی نوبت آتی ہے
پھر میری ضرورت پڑتی ہے، ہاتھوں پہ اُٹھایا جاتا ہوں
دل سوز سے خالی رہتے ہیں، آنکھیں ہیں کہ نم ہوتی ہی نہیں
کہنے کو میں اِک اِک جلسہ میں، پڑھ پڑھ کے سُنایا جاتا ہوں
نیکی پہ بَدی کا غلبہ ہے ، سچّائی سے بڑھ کر دھوکا ہے
اِک بار ہنسایا جاتا ہوں ، سو بار رُلایا جاتا ہوں
یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے ، قانون پہ راضی غیروں کے
یُوں بھی مجھے رُسوا کرتے ہیں، ایسے بھی ستایا جاتا ہوں
کِس بزم میں مجھ کو بار نہیں، کِس عُرس میں میری دُھوم نہیں
پھر بھی میں اکیلا رہتا ہوں، مجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں

ماہرالقادری

Vol 17
CPL No: FD 30/07
HIKMAT-E-BAALGHA
MAY 2023
No 05

فکرِ فاروقیؒ

قوموں اور ملکوں پر دشمنوں کا غلبہ ہو جاتا ہے، یہ ایسی انوکھی بات نہیں ہے، یہ اللہ کا قانون ہے۔﴿تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاس﴾(140:03) (یہ دن ہیں کہ ہم ان کو لوگوں کے درمیان بدلتے رہتے ہیں)۔مگر کسی شکست اور دشمن کے غلبے کو نعمت غیر مترقبہ سمجھنے لگ جانا اور مسلمانوں کے ایک گروہ کا دشمن کی گود میں جا بیٹھنا، اس سے مراعات لینا، قرضے لینا اور چاپلوسی خوشامد سے حکومت حاصل کر لینا اور محکومی کی حکومت کو مسلمانوں کی آزادی اور اسلام کی آزادی تصور کرنا یہ اس شکست سے بھی بڑا المیہ ہے۔بقول شاعر

ے وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

شکست کو شکست سمجھنا، دشمن کو دشمن سمجھنا، اللہ کے دین کو سینے سے لگائے رکھنا اور جدوجہد کرنا، اس کے لیے وسائل جمع کرنا اور بالآخر ایک جدوجہد (جہاد وقتال) کے بعد پھر اللہ کی حکومت قائم کر لینا یہ آزادی کا راستہ اور آزاد قوموں کا شیوہ ہے اور غیرت مندوں کی آبرو ہے۔

افسوس کہ آج مسلمانوں میں اسی قیمتی جذبے کی شدید کمی ہے اور اسی جذبے کی آبیاری کی ضرورت ہے جس سے کہ امت مسلمہ کے بے جان جسد میں شاید زندگی و بیداری کے آثار پیدا ہو جائیں۔

(حکمت بالغہ اگست 2013ء)